

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

پچاسوال اجلاس (پانچویں نشست)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 03 مارچ 2022ء بروز جمعرات بہ طابق 29 ربیع المرجب 1443 ہجری

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	دعاۓ مغفرت۔	04
3	وقفہ سوالات۔	14
4	توجہ دلاؤ نوٹس۔	19
5	رخصت کی درخواستیں۔	23
6	آئین قرارداد۔	24
7	قرارداد نمبر 137 من جانب: ملک سکندر خان ایڈو و کیٹ، رکن صوبائی اسمبلی۔	25
8	قرارداد نمبر 138 من جانب: جناب ثناء اللہ بلوچ، رکن صوبائی اسمبلی۔	34
9	قرارداد نمبر 139 من جانب: جناب نصر اللہ خان زیرے، رکن صوبائی اسمبلی۔	41
10	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	52

ایوان کے عہدیدار

اپیکر----- میر جان محمد خان جمالی
 ڈپٹی اپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب طاہر شاہ کاڑ
 اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن
 سینئر پورٹر----- جناب حمد اللہ کاڑ

جگہ تھیں

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 03 مارچ 2022ء بروز جمعرات بہ طابق 29 ربیع المرجب 1443 ھجری،
بوقت شام 04 بجگر 05 منٹ پر زیر صدارت سردار بابرخان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان
صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فِإِذَا جَاءَتِ الطَّآمِةُ الْكُبُرَىٰ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ لَا وَبُرِزَتِ الْجَحِيْمُ
لِمَنْ يَرَىٰ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ لَا وَاثِرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَا فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَىٰ النَّفْسَ عَنِ الْهُوَىٰ لَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ

(پارہ نمبر ۳۰ سورہ النزاعات آیات نمبر ۳۲ تا ۳۱)

ترجمہ: پھر جب آئے وہ بڑا ہنگامہ۔ جس دن کے یاد کریگا آدمی جو اس نے
کمایا۔ اور نکال ظاہر کردیں دوزخ کو جو چاہے دیکھے۔ سو جس نے کی ہو شرارت۔ اور
بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا۔ سو دوزخ ہی ہے اس کا ٹھکانا۔ اور جو کوئی ڈرا ہوا پنے رب کے
سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہوا اس نے اپنے جی کو خواہش سے۔ سو بہشت ہی ہے
اس کا ٹھکانا۔ صدق اللہ العظیم۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی قادر علی نائل۔

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر! جو کل واقعہ پیش آیا جس میں بے گناہ شہری ذوالفقار علی اور محمد علی اور ڈی ایس پی اجمل صاحب شہید ہو گئے اور بہت زیادہ تعداد میں لوگ زخمی ہوئے۔ شہداء کی مغفرت اور زخمیوں کی صحبت یا بی کے لئے ایک دعا ہو جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مولوی صاحب کل کے دھماکے کے حوالے سے۔۔۔

حاجی نور محمد دمڑ (صوبائی وزیر خزانہ): جناب اسپیکر! بلوچستان عوامی پارٹی کے آغا عجیب شاہ جو کہ دہشت گردی کی کارروائی میں شہید ہوئے ان کے لئے بھی فاتح خوانی کی جائے۔

سید عزیز اللہ آغا: استاد مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب وفات پا گئے ہیں ان کے لئے فاتح خوانی کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولوی صاحب! دعا کریں۔

(دعا مغفرت کی گئی)

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: point of public interest Mr.Speaker Sir

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: جناب اسپیکر! میں اس معزز ایوان کے سامنے یونیورسٹی آف ساراوان کا مسودہ قانون پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ruling میں اس کو property of the House کر کے اس کو چانسلر بنائیں اور سیکرٹری صاحب ہے یا آپ کا عملہ ہے ان سے کہیں اس بعد کے process کر کے اس کو چانسلر صاحب یعنی گورنر صاحب کے پاس بھیجن، میں نے چانسلر صاحب سے بھی اس مسودہ قانون کے بارے میں بات کی اور آپ کی خدمت میں بھی میں حاضر ہوا تو اس کو میں گزارش کرتا ہوں کہ یونیورسٹی آف ساراوان کے مجریہ 2022ء میں پیش کرتا ہوں۔ آپ اپنی ruling میں تاکہ اس کو accept کر کے اس پر کارروائی ہو۔ تاکہ ہائیکویکشن ڈپارٹمنٹ کے پاس یہ جائے اور۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ٹھیک ہے نواب صاحب، سیکرٹری صاحب سے میں کہتا ہوں کہ قواعد کے مطابق اس کو قانونی طور پر پیش کیا جائے اور آگے forward کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قادر علی نائل صاحب کو فلور دیا وہ پہلے کھڑے ہو گئے۔

جناب قادر علی نائل: شکریہ جناب اسپیکر۔ کل کا جو دردناک سانحہ ہوا اس حوالے سے میں نے بات کرنی تھی جناب اسپیکر! یہ قرارداد ضیاء لا گو میر دخلہ کی جانب سے ہے اگر اس قرارداد میں کل کے سانحہ کو بھی شامل کیا

جائے تو مشتر کہ طور پر اس پر بات کریں اور پھر House بات کر لے اس پر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر محرك سے پھر اجازت لی جائے گی ایک بار پیش ہو جائے قادر علی نائل صاحب پھر محرك سے اور ایوان سے اجازت لی جائے گی کہ اس میں شامل کر دیں یا نہ کر دیں۔ جی نصر اللہ زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر! Last Day جب اجلاس ہو رہا تھا اس دن House کے سامنے اسمبلی کے باہر BDA کے سینکڑوں ملازمین نے دھرنہ دیا تھا اور پھر اس وقت آپ نے اجلاس متوجی کیا تو میں اور سید عزیز اللہ آغا صاحب جناب عبدالواحد صدیقی صاحب ہم گئے BDA کے ملازمین کے پاس ان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بیچارے گیارہ بارہ سال سے contract پر ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب! پچھلے اجلاس میں اس پر بات بھی ہو گئی پھر ruling ---

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی ہاں بات بھی ہو گئی لیکن چونکہ اس دن ہم نے ان سے وعدہ کیا تھا as opposition کہ ہم آپ کی آواز اٹھائیں گے ابھی تک حکومت فناں منظر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں دوسرا ہمارے منظر صاحبان تشریف فرمائیں ان کی سمری last contract میں منظور بھی ہوئی تھی ان ملازمین کو مستقل کرنے کا سب کچھ process ہوا ہے اور فناں منظر صاحب کو اس کا پتہ بھی ہو گا کہ اب وہ سمری صرف اس کا نوٹیفیکیشن باقی ہے cabinet نے بھی اس کی منظوری دی ہے اور یہ بے چارے اب تک لٹک رہے ہیں Over age ہو گئے اور یہ کسی اور جگہ جا بھی نہیں سکتے اور یہ مسلسل کوئی ایک دن کا مسئلہ نہیں ہے درمیان میں گیارہ بارہ سال بیت گئے اس کی منظوری بھی ہو گئی اس وقت چیف منظر صاحب نے منظوری دی کا بینہ کے سامنے آیا تھا تو اب منظر صاحب کے ---

جناب ڈپٹی اسپیکر: میدم بشری رند صاحب نے اس پر ایوان کو یقین دہانی کرائی ہے، تو وہ کہہ رہی ہیں کہ اس پر جلد از جلد کوئی پالیسی کے تحت کام کرے گے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ابھی بھی یہ ملازمین بچارے بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شاء بلوج صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوج: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جس طرح میرے محترم colleague نے یہ فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بلوچستان ڈولپمنٹ اتحاری کے ملازمین کی پہلے تنخوا ہوں کا مسئلہ۔ اس کے بعد تنخوا ہوں کی جاری نہ ہونے کی وجہ سے دو یا تین سال سے جتنے بھی ملازمین ہیں ان میں کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ اب موجودہ حکومت نے کچھ رویلیف دے دیا ہے کچھ سیکٹرز میں کچھ ایجاد کیش کے کچھ دوسروں کو۔ تو

اُنہوں نے جب احتجاج کیا اُس کے بعد ان کو یقین دہانی کروائی گئی۔ آج بھی کوئی ایک ہزار کے قریب ملازمین ان کے جو چھوسو، سات سو کے قریب ملازمین ہیں وہ بی ڈی اے آفس سے، پر امن احتجاج اُن کا حق ہے۔ وہاں سے نکلے تھے کہ بلوچستان اسمبلی کے سامنے آئیں گے لیکن ہماری request پر ہم نے کہا کل رات کو جو ایک ناخوشنگوار واقعہ پھر بلوچستان میں کوئی نہیں پیش آیا۔ ایسے ناخوشنگوار واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے اُمن و امان کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ اسمبلی کے سامنے نہ آئیں۔ لہذا اُنہوں نے پانچ سے چونماں ندے بھیجے ہیں جو اس وقت لاہوری میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے اُن کو یہ یقین دہانی کرائی کہ اسمبلی میں جو بھی ہمارے معزز اراکین ہیں معزز وزراء صاحبان ہیں اپوزیشن کے دوست ہیں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اُن کی بات سنیں۔ ایک بہت ہی proper summary میرے خیال میں move ہونی چاہیے اُسی میں تمام ایشور ڈال دیے جائیں اور کابینہ کو یہ جو بھی اُس کا طریقہ کار ہے وہاں نتیجہ دیا جائے تاکہ دوسرے ملازمین کی طرح بی ڈی اے کے ملازمین کو بھی اس سلسلے میں رسیف ملے۔ تو آپ صرف ایک رو لنگ دے دیں کہ ہم معزز اراکین ہیں دو یا تین ہم لاہوری میں دو منٹ کیلئے اُن سے مل کے تملی دے دیں وہاپنا احتجاج ختم کر دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دمڑ صاحب! آپ یا ہڑی صاحب آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیرِ حکومت خزانہ: یہ جو بی ڈی اے کے کنٹریکٹ کے ملازمین کا ایشور ہے ابھی تک تو کابینہ میں نہیں آیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ یہ کابینہ میں اچنڈے کے طور پر آجائے کابینہ میں discuss کیا جائے۔ پھر جیسے بھی ہے کابینہ جو مناسب سمجھتے ہیں تو پھر فیصلہ ظاہری بات ہے کابینہ میں ہی ہوگا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ایک دفعہ precedent جب بن گیا تو میرے خیال میں بلوچستان بھر میں پھر جتنے بھی کنٹریکٹ ملازمین ہیں تو پھر اس میں کوئی جوانہ نہیں ہو گا کہ اُس کو لامالہ خواجوہ اُس کو مستقل کیا جانا ہے۔ یہ تو ایک بحث ہے ظاہری بات ہے اُس کے ہر پہلو کو مد نظر رکھنا ہے۔ ہمارے موجودہ گورنمنٹ کا جو interest ہے یقیناً وہ ملازمین کے حق میں ہے بہت سے ملازمین جو ہمارے سی ایم صاحب نے بحال بھی کر دیے۔ جس طرح بی ایڈ آر کے تھے کافی اور بھی اس طرح کے سی ایم صاحب ہمارے موجودہ حکومت ملازمین کے حق میں ہے اور چاہتی ہے کہ کم سے کم بلوچستان کے بیروزگار نوجوانوں کو روزگار ملے۔ تو انشاء اللہ اس پر یہ کوشش کریں گے کابینہ کے اچنڈے میں آجائے تو جیسے بھی کابینہ نے سمجھا انشاء اللہ پھر اس ہاؤس کو اعتماد میں لے لینے اور اس کو ہم بتا دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تین یا چار ایم پی اے چلے جائیں۔ شاء بلوج صاحب! آپ ان کے ساتھ چلے جائیں دمڑ صاحب! آپ لہڑی صاحب اور زیرے صاحب آپ چار معزز ممبر چلے جائیں اُن کو بتا دیں کہ کابینہ

میں---(مداخلت) جی

حاجی زابد علی ریکی: جناب اسپیکر! اگلے اجلاس میں میں نے point of public importance میں اٹھایا ماشکیل کے زیر پوائنٹ کے بارے میں جناب اسپیکر صاحب! آپ نے باقاعدہ اسمبلی کی طرف سے کشم کو لیٹر بھی سمجھا تھا کہ آپ بتا دیں کہ ماشکیل کا زیر پوائنٹ کیوں بند ہے؟ تو آج بھی میں نے سیکرٹری صاحب سے پوچھا کوئی جواب اس کا نہیں آیا ہوا ہے۔ کشم والے پتے نہیں اسمبلی کو کچھ سمجھتے بھی نہیں ہیں اسمبلی کو معمولی سا کوئی دفتر سمجھتے ہیں۔ یہ بلوچستان اسمبلی ہے ابھی جناب اسپیکر صاحب! مہربانی کر کے کل جمعہ کی نماز کے بعد فوراً کشم کلکٹر کو یہاں بلا یا جائے کہ یہ ماشکیل کا زیر پوائنٹ کیوں بند ہے؟ اس کی رولنگ دے دیں۔ جناب اسپیکر صاحب! please kindly اس پر رولنگ دے دیں کل جمعہ کی نماز کے بعد ماشکیل کے جو تاجر حضرات ہیں ٹرانسپورٹر وغیرہ ہیں سب آئیں گے سب کو آمنے سامنے بٹھادیں گے کہ وجہ کیا ہے؟ یعنی۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ریکی صاحب! کل تو میرے خیال سے اتنا short notice میں مناسب نہیں ہوگا سوموار والے دن کشم کلکٹر کو بلوچستان اسمبلی طلب کیا جاتا ہے۔

حاجی زابد علی ریکی: شکریہ سردار صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی

میر پونس عزیز زہری: جناب اسپیکر! ہمارا ایک اہم مسئلہ جو خضدار میں بولان مانگنگ کے نام سے ایک کمپنی PPL اور بلوچستان گورنمنٹ کے تعاون سے وہاں کام کر رہی ہے تو اُس کے ساتھ 1974ء میں ایک ایگری منٹ ہوا تھا اُس کے بعد سے یہ 20 سال کے لئے جو ایگریمنٹ ہوا تھا اُس کے بعد سے یہ 20 سال کیلئے جو ایگریمنٹ تھا وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ لیکن وہ ابھی اس کو آگے چلا رہا ہے کسی کی بات مانے کیلئے تیار نہیں ہے ان کے ایک ڈی یہاں کوئی میں بیٹھتا ہے۔ میں نے کئی بار اس سے ملنے کی کوشش کی اور آخر میں اُس کا جواب یہ آگیا کہ جی فون پر بات کرنا ہے کرو میں کسی سے نہیں مل سکتا۔ اُس کا رو یہ یہ ہے اس کے لئے تو میں استحقاق کمیٹی میں تحریک جمع کر لوں گا۔ دوسرا بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ ابھی بولان مانگنگ نے بلوچستان گورنمنٹ سے مل کے جو چچلی گورنمنٹ تھی ہماری اُس سے مل کے کوئی پچاس ہزار ایکڑ نمبر 1 اور 19 سوا یکڑ اور ز میں انہیوں نے اپنے لئے لیٹر کیلئے application دی ہے اور بلوچستان گورنمنٹ نے تقریباً کسی حد تک approved بھی کر دیا ہے۔ وہ وہاں خضدار آیا تھا یہ جو بولان مانگنگ کام کر رہی ہے یہ ہمارے کار پوریشن کے اندر ہے جام فیروز آباد ہمارا ایک علاقہ ہے جو میونسپل کار پوریشن کے اندر ہے اگر میونسپل کار پوریشن کے اندر لوگوں کو 50 ہزار

ایکڑ 49 ہزار 7 سال سو کچھ میں دیئے ہیں اور 19 سوا کیڑا اور ہے اگر کار پوریشن کے اندر ہم اس کو بچا س ہزار ایکڑ دے دیں گے تو ہم وہاں سے شہر کو ہیں اور شفت کر دیں تاکہ ان کا مطلب پورا ہو جائے۔ تو میں آپ سے یہی چاہتا ہوں کے مہربانی کر کے ابھی تو کوئی ذمہ دار تو نہیں بیٹھا ہوا ہے محمد خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں میں ان سے یہی گزارش کروں گا کہ خدار اس طرح نہیں کریں 50 ہزار ایکڑ جناب اپنے ایکڑ ہماں سے دے دیں۔ وہ بھی کار پوریشن کے اندر ہے۔ 50 ہزار ایکڑ اگر ان کو لیزدے دیں تو لوگوں کے گھر بھی اُسی میں چلے جاتے ہیں زمینیں بھی لوگوں کی چلی جاتی ہیں اور کار پوریشن میں 50 ہزار ایکڑ ہم اُکولیزدے دیں گے تو کس طرح ہو گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زہری صاحب! آپ کا پوائنٹ اسمبلی میں آگیا اس پر چاریا پانچ ممبر زاگرسی ایم صاحب سے ملیں ان کو اس حوالے سے بتا دیں تو میرے خیال سے زیادہ بہتر ہو گا۔

میر یونس عزیز زہری: اللہ کریں سی ایم صاحب کو رونا سے نکل جائیں ابھی کو رونا اس کو نہیں چھوڑ رہا ہے وہ کو رونا کو نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ توجہ سی ایم صاحب آجائیں گے ورنہ ان کے منظر صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر میرے ساتھ انصاف نہیں ہو گائیں اپنے علاقے کے لئے تو میں وہاں لوگوں کو روڑ پر نکال دوں گا۔ اُسکی جو بھی ذمہ داری ہو گی سی ایم اور موجودہ گورنمنٹ آف بلوچستان پر ہو گی۔ کیونکہ اگر بچا س ہزار ایکڑ اگر کار پوریشن کے اندر پی پی ایل کو دے رہے ہیں جس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے اور لوگوں کی زمینیں لوگوں کی جانبیادیں جاری ہیں سی ایم صاحب نہیں ہیں تو اُس کے منظر صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور میری گزارش یہ ہے کہ شاہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں شاہ کے بھی گوش گزار کراؤں محمد خان صاحب ہیں۔ 50 ہزار ایکڑ جناب اپنے اس کار پوریشن کے اندر وہ الٹ کر کے دے رہے ہیں۔ جناب اپنے ایکڑ 19 سوا کیڑا اور ان کو الٹ کر رہے ہیں۔ ان کا لیٹر میرے پاس پڑا ہوا ہے وہ میں آپ کو پہنچا دوں گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس میں غلطی ہوئی ہو گی بچا س ہزار ایکڑ بہت زیادہ ہے میرے خیال سے۔

میر یونس عزیز زہری: نہیں وہ کہتا ہے کہ بلوچستان والوں کا نہیں ہے یہ پی پی ایل کو دینا ہے۔ پی پی ایل کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ساز و باز انہوں نے کی ہے میں نے ایم ڈی مائنز اینڈ منزل سے بھی بات کی۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو پچھلی گورنمنٹ نے کیا ہے اس میں ہم کیا کریں۔ میں نے بولا! پھر زمین لینے آجائے ہم آپ کو زمین دے دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے روانہ کیا ہے۔ آپ کوئی اچھی سی رو لنگ دے دیں اس پر خدار بلوچستان کو اس طرح وفاق پر نہیں بچیں۔ بچا س ہزار ایکڑ کار پوریشن کے اندر ہم اُس کو دے دیں گے ہم ہماں جائیں اور لوگوں کو ہماں لے جائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ سی ایم صاحب سے ایک بار ملیں۔ میرے خیال سے وہ آپ کا مسئلہ حل کر دیں گے۔ میر یونس عزیز زہری: میں تمام لوگوں سے گزارش کروں گا کہ اس پر میرے ساتھ مدد کر دیں سب اسکی مخالفت میں پچاس ہزار ایکٹر بولان مائنگ کو دے رہے ہیں خصدار میں کارپوریشن کے اندر اس کے documents بھی میرے ساتھ ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: جناب اسپیکر! معزز رکن بالکل بجا کہہ رہے ہیں اب فوج بھی پچاس پچاس ہزار ایکٹر لے جائے چھاؤنی بنائے پی پی ایل لے جائے پتھنیں وہ بھی گیس والی چھاؤنی بنائے۔ لیکن میں گزارش کرتا ہوں اس سارے۔۔۔ (مدخلت) آپ بات سننی حاجی یہاں بات ہے میر سعید خان حاجی آپ لوگ بات سننی کہ یہاں بلوچستان میں سٹیٹ لینڈ نہیں ہے۔ میں بلوچستان میں کوئی سٹیٹ لینڈ نہیں مانتا ہوں یہاں جتنی بھی زمینیں ہیں چاہے پشتون بھائیوں کی ہیں چاہے بلوج بھائیوں کی، ہمارے قبائل کی holding ہے سٹیٹ لینڈ یہاں نہیں ہے (ڈیک بجائے گئے) اور اگر پی پی ایل یا فوج یہاں چھاؤنی بنانے کے لئے کوئی اور چیز بنانے کے لئے کوئی بھی ادارہ مرکزی ہو یا صوبائی، اس کو عوام سے اجازت لینی چاہیے۔ کیونکہ یہاں سٹیٹ لینڈ ہم قبول نہیں کرتے ہیں اچھا اس وقت 1992 میں جب ملک سکندر اسپیکر تھے اور میں فناں منش تھا تو سرہ غورگئی میں بازی میں کوئی جھگڑا تھا اس میں ہم دونوں نے اپنے فیصلہ میں دکھایا تھا کہ بلوچستان میں اسٹیٹ لینڈ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے نواب صاحب۔

جناب نصر اللہ زیریے: دیکھیں جی یونس عزیز زہری صاحب نے جو کہا اس کے ہم حق میں ہیں۔ اس سلسلے میں حال ہی میں ہائی کورٹ کا بڑا تفصیلی فیصلہ اس کا آیا ہے کہ صوبے میں کوئی سٹیٹ لینڈ نہیں ہے تمام زمین عوام اور قبائل کی ملکیت ہے مگر افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میں پرسوں ترسوں زیارت گیا تھا پتہ نہیں کتنی زمینیں کن کن لوگوں کو والات کی گئی تھیں۔ مطلب ایک پر امن شہر کو ایک دہشت گرد کے طور پر پیش کرنے کے لئے وہاں پتھنیں کیا کیا انہوں نے بنایا ہے۔ اور اسی طرح کوئی شہر میں لوگوں کی زمینیں ہیں لوگوں کے آبادا جداد کی زمینیں ہیں اور جو بھی انگریز کرتا تھا لینڈ ایکٹ موجود ہے اس کے مطابق وہ عوام سے قبائل سے زمین مانگتے تھے کے بد لے انہیں با قاعدہ معقول سے پیسے بھی دیتے آج بغیر اس کے وہ لوگ قبضہ کر رہے ہیں۔ زمینوں پر قبضہ ہو رہا ہے سینکڑوں نہیں ہزاروں ایکٹر زمین فبضہ ہو رہی ہے آخر مطلب کوئی قانون اور آئین یہ سب کچھ موجود ہونے کے باوجود کوئی ادارہ ہی نہیں رہا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ نصراللہ خان زیرے صاحب۔ کارروائی کی طرف آتے ہیں۔ جی۔

جناب سليم احمد کھوسہ: اپوزیشن سے بھی کہہ دیں دو تین نصیر آباد ڈویژن ہیں ہمارے ڈویژن کے علاقے کے

جناب اسپیکر! صاحب۔۔۔ (داخلت) آپ بے فکر ہیں میں دیدوں گا بڑی تکلیف ہو رہی ہے (داخلت شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی کھوسہ صاحب۔

جناب سليم احمد کھوسہ: جناب اسپیکر صاحب! گزارش اس طرح ہے اچھا ہے کہ ایری گیشن منشہ صاحب

بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں ہمارا نصیر آباد ڈویژن گرین بیلٹ ہے نہری نظام وہاں موجود ہے بڑے عرصے کے

بعد پٹ فیڈر کی نال میں desilting کے لئے ایک بہت بڑا پیسہ آیا ہوا ہے۔ اور میں نے ہمیشہ ایک بات

یہاں فلور پر بھی کہی اور باہر بھی کہ ایری گیشن سسٹم کو ایری گیشن ڈیپارٹمنٹ ایری گیشن کے لوگوں نے خود ہی تباہ کیا بڑا

نقضان پہنچایا تو میری گزارش ہو گئی کہ یہ جو پیسے desilting کے لئے آئے ہیں ان کی بھی صحیح proper طور پر

نہیں کی گئی تو یہ سارے پیسے ضائع ہو جائیں گے۔ وہاں زمینداروں کسان سب کے ذرائع monitoring

آمدن اسی زراعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور ہمیں یہ خدشہ ہے کیونکہ ہم نے دیکھا پہلے ادوار میں بھی یہ ہوتا

رہا ایسا نہیں کہ خدا نخوا سے میں لہڑی صاحب کے اوپر کوئی الزام لگانے کی کوشش کر رہا ہوں میں لہڑی صاحب سے

بھی یہ گزارش کروں گا اس ایوان کے توسط سے کہ مہربانی کر کے کوئی کمیٹی بنائی جائے زمینداروں کی کمیٹی، کوئی اس

طرح کی کمیٹی بنائی جائے جو اس desilting کی monitoring کر سکے۔ ہم نے دیکھا ہے ہمیشہ یہ

استعمال ہوتا ضائع ہوتا ہے اسکے بعد پھر شور شراہب ہوتا ہے کہ سارا پیسہ کرپشن کی نظر ہو گیا۔ لیکن اگر پہلے

سے ہی کوشش کی جائے کیونکہ یہ علاقہ پہلے سے ہی بہت زیادہ ڈسٹرబ ہے اسی زراعت کے حوالے سے کیونکہ

پچھلے سال سنده گورنمنٹ نے بھی ہمارے ساتھ بڑی زیادتی کی ہمیں کم کم پانی دیا۔ ابھی بھی یہی صورتحال ہے یہی

حالات چل رہے ہیں اگر اس کو proper طریقے سے manag کیا جائے تاکہ یہ شور شراہب نہ ہو علاقے میں

انتہ بڑے پیسے آئے ہیں کم سے کم یہ proper طریقے سے استعمال ہوں لوگوں کو یہیں مل سکے ورنہ اسپیکر

صاحب! پچھلے سال ہم نے دیکھا ایری گیشن ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ زمینداروں کا بڑا جھگڑا چلا۔ یہ تین چار میںیں

خاص طور پر خریف کے ٹائم مسلسل جھگڑا چلتا رہا۔ اگر آپ کے پیسے ضائع ہوئے اگر یہ پیسے کرپشن کی نظر ہو گئے تو

نصیر آباد میں جو صورتحال ہونے والی ہے وہ زمیندار ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو جائیں گے۔ ایک تو

میری یہ گزارش ہے کہ مہربانی کر کے اس پر آپ کی طرف سے کوئی رو لنگ آنی چاہیے اور دوسرے جناب اسپیکر

صاحب! میں پچھلے دنوں سی اینڈ ڈبلیو ڈیپارٹمنٹ کے میرے ٹینڈر ہوئے جو پی ایس ڈی پی کی اسکیم تھیں۔ ٹینڈر

کے دوران ہی ایکسین کوتبدیل کیا گیا ایک جو نیر ایکسین وہاں لا کر بٹھایا گیا ایک تو سسٹم کے اندر کر پشن موجود ہے وہ سب کو پتہ ہے مجھے کہتے ہوئے اس میں کوئی شرم محسوس نہیں ہو رہی ہے پورا جہاں جانتا ہے لیکن اس سسٹم کے علاوہ اس ایکسین کو یہ ٹاسک دے کر بھیجا گیا کہ جی آپ نے یہاں سے پندرہ سے بیس پرسنٹ اور بھی میلے لیکر کوئی پہنچانا ہے۔ اب کوئی میں کس کو پہنچانا ہے یہ سب آپ لوگ جانتے ہیں یا اس طرح کی زیادتی اس طرح کا ظلم کوئی سننے کے لئے تیار بھی نہیں ہے اور قدوس صاحب کو اللہ صحبت دے وہ بھی یہاں پڑے ہوئے ہیں ان کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس صوبے کے ساتھ کچھ لوگ بہت بڑی زیادتی کر رہے ہیں۔ اس پر آپ کی کچھ بیور کریں کے لوگ بھی شامل ہیں حالانکہ بہت اچھے ہمارے بیور کریں موجود ہیں بہت اچھے وزراء ہیں بڑا اچھا کام کر رہے ہیں لیکن چند لوگوں کی وجہ سے پورے صوبے کی بدنامی ہو رہی ہے ہم سب کی بدنامی ہو رہی ہے۔ خدار اس طرف توجہ دی جائے یہ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں ان کو روکنے کا کوئی سلسلہ کیا جائے اسی طرح پوسٹوں کا سلسلہ ہے۔ پوسٹوں میں بہت ہی خوف بہت ہی ڈر ہے کہ پوسٹیں آپ کی بک رہی ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے یہ جو لوگ شور شراب کر رہے ہیں اسکے پیچھے کچھ نہ کچھ تو ضرور ہے یا تو جناب والا! اسی ایوان میں یہ جتنے بھی دوست بیٹھے ہیں یہ سارے ایک قرارداد لے آئیں کہ جی جو پوسٹ بیچنا چاہتا ہے سو دفعہ بیچ لیکن گزارش یہ ہے کہ وہ پوسٹ اسی حلقے اسی ضلع کی ہوئی چاہتے ایسا نہ ہو کہ صحبت پور کی پوسٹ پنجگور میں چل جائے پنجگور کی پوسٹ خضدار میں چلی جائے کوئی کہیں اور چلی جائے یہ نہ ہو۔ اس طرح کی زیادتیاں جو ہو رہی ہیں کوئی سننے والا نہیں کوئی دیکھنے والا نہیں ہم کس کے سامنے جا کر روناروئیں۔ تو یہ گزارشات ہیں آپ سے یہ امید ہے کہ کوئی رو انگ دے دیں کچھ تو کم از کم چیزیں سدھار کی طرف جا رہے ہیں لیکن جس طریقے سے گورنمنٹ چل رہی ہے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے میں اپوزیشن کے دوستوں سے بھی گزارش کروں گا پہلے یہی تھوڑا بہت بولتے تھے اب میں نے دیکھا ہے کہ ایک نا اپوزیشن کا ممبر کچھ بولتا ہے تو اسکے جواب میں ہمارے حکومت والے کم لیکن دوسرا پھر اس کو تسلیاں دے رہا ہوتا ہے کہ جی یہ مسئلے مسائل حل ہو جائیں گے آپ بے فکر ہو جائیں صورتحال یہی ہے۔ تو تاریخ میں آپ لوگوں کا نام اچھے الفاظ میں نہیں لیا جائے گا خدا را آپ لوگوں نے تین سال بڑا اچھا اپنا یہاں رول ادا کیا آج آپ لوگوں نے اپنی آنکھیں کیوں بند کی ہوئی ہیں تو یہ میری کچھ گزارشات تھیں۔

میرزا عبدالریکی: اس کا جواب میں دینا چاہتا ہوں نور محمد صاحب آپ بیٹھیں۔ ساڑھے تین سال سیم صاحب ہم اسی طرح رورہے تھے۔ دیکھنا آپ ہمیں بالکل ignore کر رہے تھے ابھی جناب اپنیکر صاحب! دیکھیں یہ اللہ کی شان ہے یہ آج بندہ رورہا ہے جب میں رورہا تھا ہماری اپوزیشن (ڈیک بجائے گئے) آپ

لوگ ہنستے تھے مذاق کرتے تھے۔

جناب سليم احمد حکومہ: شکر الحمد للہ میں رونہیں رہا ہوں مجھ میں سکت ہے۔ آپ روتے رہے ہیں میں وہ سب حقیقت بتا رہا ہوں۔ (وغمبر ایک ساتھ بولتے رہے)

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House کھوسہ صاحب! اشراff رکھیں۔

وزیر محکمہ خزانہ: جناب اسپیکر معزز رکن اسمبلی نے ایک شکایت کی ہے تو ہمارے ٹریزیری پیغام کا پہنچنے نہیں آج کل تھوڑا سا دکھا ہوا نظر آرہا ہے۔ تو بہر حال انکے دکھ کا مداوا کریں گے انشاء اللہ۔ زیادہ دیر تک نہیں چلے گی (ڈیکس بجائے گئے) بات یہ ہے کہ کوشش کرتے ہیں کہ پہلے تین سال کا جود دکھ پہنچایا ہے بلوچستان کا وہ دکھ ہم دور کریں۔ تو جناب اسپیکر! جناب نے ایک بات کی کہ ایک محکمے کا نام لیا کر پیش کی پھر اس نے کہا کہ کر پیش تو ہو رہی ہے ہر جگہ مجھے نہیں پہنچتا کہ یہ ابھی کی بات کر رہے ہیں یا پہلے tenure کی بات کر رہے ہیں جو سلسہ چلتا ہے میرے خیال میں ابھی ہمارے ان تین چار مہینے میں جو بہتری ہم محسوس کر رہے ہیں یا میرے خیال میں بلوچستان کے عوام محسوس کر رہے ہیں وہ تو مصروف کو تجویز نگاروں کو اور جو لوگھے والے ہیں ان کو پہنچتا ہے شاید ایک آدمی کو یا ایک آدمی کی باتوں سے پوری بلوچستان گورنمنٹ پر کوئی الزام لگانا مناسب نہیں ہے جناب اسپیکر! ایک آدمی کی بات کی کم سے کم اُس کی نشاندہی بھی کر لیتے تو بہتر تھا۔ تاکہ کہ ہم اُن کو سمجھادیتے یا سی ایم صاحب کا کوئی پیغام جاتا کہ کون سا بندہ ہے کون سا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ دوسری بات اُس نے یہ کہ پوٹھیں پک رہی ہیں میرے خیال میں یہاں پہلے بھی پہلی اسمبلی میں یہاں کافی اس طرح کے بحث و مباحثے ہوئے کہ پوٹھیں پک رہی ہیں پھر با قاعدہ CMIT بھی بنی، پھر با قاعدہ روپورٹیں بھی ہمارے سی ایم صاحب نے اُس پر آنکھیں بند کر کے خاموشی اختیار کی، تو اس دور میں میرے خیال میں ابھی تک جو بھی posting ہوئی ہے جو بھی پوٹھیں بلکہ میرے معزز رکن نے تو یہاں تک بھی اجازت دی کہ بالکل پوسٹ بیچنا کوئی جرم نہیں ہے لیکن وہاں کے ہی لوگ لیے جائیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ جو بھی پوسٹ بیچتے ہیں ہم اُس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس سے ذلیل اور اس سے غلیظ کام کوئی ہے نہیں اس سے بے کار کام پوسٹ بیچنے کی تو ہم کبھی بھی اجازت نہیں دے سکتے، انشاء اللہ ہمارے سی ایم صاحب پر عزم ہیں کبھی بھی اگر اس طرح اُن کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی تو میرے خیال میں جو بھی منٹر ہو گا اُس کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔ تو بات صرف الزام تراشی نہیں ہونی چاہیے کم سے کم proof پیش کریں اسی میں، کون سے ڈیپارٹمنٹ نے پوٹھیں بیچی ہیں کون سے منٹر نے پوسٹ بیچی ہے کس پر بیچا ہے کم سے کم دلیل کے ساتھ proof کے ساتھ آنا چاہیے تاکہ اسمبلی ہو یا سی ایم صاحب ہوں یا

جناب سليم احمد حکومہ: ہوں اُس پر cabinet action لیا جائے تاکہ آئندہ کیلئے کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ اُس کی رپورٹ مغلوا کر دیکھ لیں تو بہت ساری چیزیں آپ کے سامنے آ جائیں گی۔ جام کمال صاحب کے دور کی بات کر رہا ہوں، میں آج کے دور کی بات نہیں کر رہا ہوں اُس دور کی بھی بات کر رہا ہوں۔

وزیرِ محکمہ آپا شی: شکریہ جناب اسپیکر! اچھا ہوا کہ میرے دوست کو سائز ہے تین سال کے بعد یاد آ گیا کہ ایریگیشن کے حوالے سے، کیونکہ پہلے تو ماشاء اللہ۔۔۔ (مداخلت) اچھا ہوا جو آج اُس کو ایریگیشن یاد آ گیا بھائی! بہت شکریہ آپ کا۔ سب سے پہلے تو حقیقتاً میں آپ کو یہاں ایوان میں بتانا چاہتا ہوں کہ پٹ فیڈر کی desilting کے لیے جو ہم نے ایک درخواست جمع کروائی وہ ہمارے نوبزادہ طارق خان مگسی، میرے ستحمولوں سے اور میر سکندر کے ستحمولوں سے یہ جو ہم نے آج یہ پٹ فیڈر اور کیر تھر کی desilting کیلئے پیسے منظور کرواۓ ہیں تو وہ ابھی انشاء اللہ تعالیٰ ٹینڈر ہونے کو جاری ہے ہیں اس کو اُس وقت یاد نہیں آیا تھا ابھی یاد آ گیا ہے۔ ایک تو یہ بات ہے۔

جناب سليم احمد حکومہ: آپ میرا منہ نہ کھلوائیں۔ آپ اس طرح کی باتیں نہ کریں۔ آپ اور طارق مگسی میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ اس طرح بات نہ کریں۔

وزیرِ محکمہ آپا شی: میں اچھی طرح آپ کو جانتا ہوں، مجھے پتہ ہے آپ دونوں کا۔ ایک بات، دیکھیں جب آپ نے پاؤٹ raise کیا تو دوسرے کی سننے کی سکت بھی پیدا کریں، وہ آپ کی سکت نہیں ہے، ابھی دو مہینے میں آپ کاروں نوں جیسے بننے بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے بات کرنے دو پہلے۔۔۔ (مداخلت) دیکھیں ابھی first time پٹ فیڈر کی desilting ہونے جا رہی ہے جس میں ہم نے کمیٹی بنائی ہے already جس میں آپ کی وزیر اعلیٰ اسپیکشن ٹیم کا ممبر ہو گا آپ کا کمشنز نصیر آباد ڈویژن ہو گا، P&D کا ممبر ہو گا، اور آپ کا ڈویژنل ڈائریکٹر ڈولپمنٹ نصیر آباد اس میں ہو گا، چیف انجینئر اس میں ممبر ہو گا اور زمینداروں کا ایک وفد اس میں ممبر ہے۔ یہ first time پٹ فیڈر میں ہونے جا رہا ہے اس کو پتہ بھی نہیں ہے اس چیز کا کہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ صرف ان کو یہ پتہ ہے کہ۔۔۔ (مداخلت۔۔۔ شور) ابھی ہم بات کر رہے ہیں تو سُنیں سننے کی سکت پیدا کریں اپنے آپ میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House

جناب ڈپٹی اسپیکر: وقفہ سوالات۔ house order in the house ملک نصیر احمد شاہ ہوائی صاحب آپ

سوال نمبر 434 دریافت فرمائیں۔ لا ارشید نے درخواست دی ہوئی ہے تو میرے خیال سے اگر ان کے جواب آگئے ہیں میرے خیال سے ان کو disposed off کیے جائیں۔

434☆ ملک نصیر احمد شاہوی، رکن اسمبلی: نوش موصول ہونے کی تاریخ 12 اپریل 2021

کیا وزیر پیک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ

حال ہی میں محکمہ پیک ہیلتھ انجینئرنگ میں تعینات کردہ ملازمین کے نام مع ولدیت، عہدہ، گریڈ اور لوکل / ڈو میسائل کی ضلعوار تفصیل دی جائے نیز رکبر و منٹ کمیٹی کے چیئرمین و ممبران کے نام اور عہدہ کی تفصیل بھی دی جائے

وزیر پیک ہیلتھ انجینئرنگ: جواب موصول ہونے کی تاریخ 9 جولائی 2021

محکمہ پیک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں حال ہی میں تعینات ملازمین و رکبر و منٹ کمیٹی کے چیئرمین و ممبران کے نام اور عہدہ کی تفصیل آخر پر ملاحتہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک نصیر والا سوال جو ہے اُس کو disposed off کیا جاتا ہے۔ زیرے صاحب! آپ کو جواب مل چکا منستر صاحب آج چھٹی پر ہیں۔ اگر آپ مطمئن نہیں ہیں تو پھر اس کو defer کرتے ہیں۔
جناب نصراللہ خان زیرے: defer کر دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: لہری صاحب order in the House سلیم کھوسہ صاحب۔ زیرے صاحب! آپ کو جواب مل گیا میرے خیال سے۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر supplementary question ہم نے کرنے تھے تو اس کو defer کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زا بدلی رکی صاحب آپ کے سوال نمبر۔ کا جواب آپ کو مل چکا ہے۔

میرزا بدلی رکی: جی ہاں اسکو defer کریں۔ جناب اسپیکر لا لایہاں نہیں ہیں تو defer کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس کو بھی defer کیا جاتا ہے۔ سید عزیز اللہ آغا صاحب آپ کا سوال نمبر 593 اس کو بھی defer کیا جاتا ہے۔ جی میرزا بدلی رکی صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 397 دریافت فرمائیں۔

میرزا بدلی رکی: thank you جناب اسپیکر صاحب۔ سوال نمبر 397۔

397 میرزا بدلی رکی، رکن اسمبلی: نوش موصول ہونے کی تاریخ 26 نومبر 2020

کیا وزیر آپا شی ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔ 31 مئی اور 3 اگست 2021 کو موفر شدہ

مالي سال 21-2020 کے بجٹ میں ضلع واشک سے متعلق کل کتنی ترقیاتی اسکیمیات شامل کی گئی ہیں ان کے نام پی ایس ڈی پی نمبر اور مختص کردار لائگت کی اسکیم وار تفصیل دی جائے نیز جون 2020 تا حال کل کتنی اسکیموں کی منظوری دی جا چکی ہے ان کی کل تعداد، جاری کردہ لائگت اور تاریخ ٹینڈر کی تفصیل بھی دی جائے۔

جناب محمد خان لہڑی (وزیر حکومت آپاٹی): جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

وزیر آپاٹی: جواب موصول ہونے کی تاریخ 14 دسمبر 2020

محکم آپاٹی کی جانب سے مالي سال 21-2020 کی صوبائی پی ایس ڈی پی میں ضلع واشک سے متعلق کوئی اسکیم شامل نہیں کی گئی ہے تا ہم وفاقی پی ایس ڈی پی میں ضلع واشک کی جاری دونوں اسکیموں پر کام جاری ہے

تفصیل ذیل ہے:

1۔ سمنسی ڈیم۔

2۔ واشک ڈیم۔

میرزا بعلی ریکی: ابھی کیا کریں جناب اسپیکر صاحب! لہڑی صاحب بہت جذباتی ہیں۔ ابھی ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب محمد خان صاحب ایک بہت مخلص بندہ ہے اور بہت ایماندار بندہ ہے ہمیں توقعات بہت ہیں محمد خان پر انشاء اللہ، اللہ انہیں زندگی دے۔ محمد خان صاحب آپ سے ایک request ہے غالی ابھی آپ آئے ہیں، واشک کے ڈسٹرکٹ میں یہ 21-2020 یعنی 2018 سے لے کر موجودہ PSDP میں ایک ڈیم سابقہ گورنمنٹ نے سابقہ وزیر اعلیٰ نے ایک ڈیم واشک کو نہیں دیا تھا۔ ابھی آپ سے امید وابستہ ہے محمد خان صاحب منسٹر صاحب مہربانی کر کے اگر اللہ نے زندگی دی آنے والے بجٹ میں تو یہ تین چار سال کی کسر ساری نکال دیں کم از کم پانچ چھ سات آٹھ ڈیم ڈسٹرکٹ واشک کو آپ سے request بھی ہے علاقے کے بلوجستان کے آپ بندے بھی ہیں، محمد خان صاحب آپ کو دنیا جو بھی کہے آپ بالکل اُس پر پریشان نہ ہوں، اللہ نے زندگی دی تو ہم آپ کے ساتھ ہیں انشاء اللہ، ہم آپ کے ساتھ رہیں گے۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی میرزا بعلی ریکی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 402 دریافت فرمائیں۔

میرزا بعلی ریکی: سوال نمبر 402

☆ 402 میرزا بعلی ریکی، رکن اسمبلی: نوش موصول ہونے کی تاریخ 26 نومبر 2020

کیا وزیر آپاٹی از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

31 مئی اور 3 اگست 2021 کو موفر شدہ

مالي سال 21-2020 کے بجٹ میں ضلع واشک کیلئے کل کتنی آسامیاں تخلیق کی گی ہیں ان کے نام

، گریڈ اور تعداد کی اسامی وار تفصیل دی جائے نیز مذکورہ ضلع میں پہلے سے خالی پڑی ہوئی اسامیوں کی کل تعداد ، گریڈ اور ان اسامیوں کو تاحال پڑنے کرنے کی وجہات کیا ہیں تفصیل بھی دی جائے۔

میر محمد خان لہڑی (وزیر آپا شی): جواب پڑھا ہوا تصویر کیا جائے۔

وزیر آپا شی: جواب موصول ہونے کی تاریخ 14 دسمبر 2020

ضلع واشک جو کہ خاران اریکیشن ڈویژن کے زمرے میں آتا ہے اور مالی سال 21-2020 کے بجٹ میں ضلع خاران میں ایک اسامی تخلیق کی گئی ہے جو کہ سب ڈویژنل آفیسر (B-17) کی ہے۔

میرزاد علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! یہاں پر آپ دیکھیں ٹھیک ہے خاران واشک کا جاؤ فس ہے وہ اس تمام خاران میں ہے مگر ان لوگوں نے ایک پوسٹ دی ہوئی ہے۔ ابھی یہ دیکھیں کہ ہمارے کتنے پوسٹ خاران میں ہوں چاہے واشک میں ہوں یہ خالی ہیں ابھی کچھ پوٹھیں آئی ہیں، اس دن میں نے منشی محمد خان صاحب سے ملاقات بھی کی، انٹرو یو بھی ہو گئے انشاء اللہ ہمیں امید ہے ہمارے جو یہ cabinet کے جو منسٹر ہیں چاہے وہ مری ہو چاہے وہ نور محمد ہو، محمد خان ہو، انشاء اللہ یہ پوٹھیں انشاء اللہ ہمیں بھیں گی جو ڈریکٹ کے بندے ہیں اُن لوگوں کو حقداروں کو انشاء اللہ ہمیں گے، اور محمد خان صاحب نے مجھے کہا کہ انشاء اللہ واشک کو ایک دو پوسٹ دے دوں گا تو you thank you محمد خان صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی حاجی محمد نواز صاحب جو کہ یہاں نہیں ہیں تو ان کے سوالات کو disposed of کر دیجئے جاتے ہیں۔ ملک نصیر احمد شاہوں بھی نہیں ہیں 427 کو بھی disposed of کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شناہ بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 651 دریافت فرمائیں۔

جناب شناہ اللہ بلوچ: سوال نمبر 651۔

وزیر محکمہ آپا شی: جناب اسپیکر! پڑھا ہوا تصویر کیا جائے۔

☆ 51 **جناب شناہ اللہ بلوچ، رکن اسمبلی:** نوٹ موصول ہونے کی تاریخ 16 اگست 2021
کیا وزیر آپا شی از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مالی سال 21-2020 کی پی ایس ڈی پی نمبر 1195 کے تحت ضلع خاران کیلئے 800 ملین لاگت کا شامل کردہ ڈیکم غلط نام ہونے کی بنا کا بینہ کو درستگی کی غرض سے ارسال کیا گیا۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ڈیکم کو مالی سال 22-2021 کی پی ایس ڈی پی میں شامل نہ کرنے کی وجہات کیا ہیں نیز محکمہ مذکور کے وہ تمام اسکیمات جو کا بینہ سے درستگی کے بعد سال 2021 کے دوران

ٹینڈر کیے گئے کی سال اسکیم و تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر آپاٹی: جواب موصول ہونے کی تاریخ 24 فروری 2022

محکمہ ایگیشن جزو الف سے مکمل اتفاق کرتا ہے اس تناظر میں محکمہ مزید وضاحت کے ساتھ گزارش کرنا چاہتا ہے کہ سال 2020-21 میں ایک سمری مجاز اتحاری کے منظوری کیلئے ارسال کی گئی جوتا وقت واپس محکمہ کو موصول نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے اسکیم 2021-22 کی پی ایس ڈی پی میں شامل نہ ہو سکی۔ مزید براں گزارش ہے کہ اس میں محکمہ نے ایک نئی سمری مجاز اتحاری کو منظوری کیلئے ارسال کر دی گئی ہے۔

محکمہ ایگیشن کے وہ تمام اسکیمات جو کا بینہ سے درستگی کے بعد سال 2021 کے دوران ٹینڈر کیے گئے ان کی تفصیل ذیل ہے:

1۔ تعمیر پتہ (ڈیم) بمقام گلبری ندی تو بہ ایسا ضلع قلعہ عبداللہ۔ لگت 150 ملین سالانہ ترقیاتی پروگرام 2020-21 نمبر شمار 1093۔

2۔ تعمیر و بحالی موجودہ سیلاہ آپاٹی منصوبہ بمقام بانج مٹھڑی ضلع کھجی۔ لگت 15 ملین سالانہ ترقیاتی پروگرام 2020-21 نمبر شمار 1197۔

3۔ تعمیر جالی دار (واٹر کریٹ) دیوار / بند بمقام سوکی وہرنائی ایسا ضلع ہرنائی لگت 42 ملین سالانہ ترقیاتی پروگرام 2020-21 نمبر شمار 1088۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر! ضمنی سوال ہے اس پر۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! گرشنہ تین ساڑھے تین سال میں خاران جو ہے لفظ خاران سابقہ حکومت کیلئے راجستھان ہوا کرتا تھا ہندستان کا۔ یعنی خاران کے حوالے سے جو بھی اسکیم PSDP میں شامل ہوتے تھے اُنکے یا تو پیسے روک دئے جاتے تھے یا انکا nomenclature نام غلط ڈال دیا جاتا PSDP میں، دوڑھائی سال تک ہمارے تمام فنڈز روک دئے گے۔ میر محمد خان صاحب آپ اگر میری بات سن لیں تھوڑی سی۔ محمد خان صاحب کو تھوڑا اسما آپ لوگ۔ میں ابھی جب سے یہ جو ہماری ایک اسکیم تھی PSDP میں 21-2020 کے یہ جناب والا! ڈیڑھ سال تک دو سال تک اس کی رقم روک دی گئی اس کا سارا process روک دیا گیا۔ تو ابھی میرے خیال میں اس میں دیا گیا ہے کہ summary شامل ہے اور شاید cabinet کی approval چاہیے۔ تو میں یہی اپیل کرتا ہوں بالکل میں گزارش کرتا ہوں کہ محمد خان صاحب کہ خاران کو جس طرح پہلے نظر آنداز کیا گیا و اشک کو بھی کیا گیا اگر، تو آپ جو ہیں یہ جو ہمارے چاروں بیڑے خاران میں بالخصوص راسکوہ اور نوروز قلات یونین کوسل میں propose کئے تھے انکی summary

اس دفعہ cabinet سے تکمیل کر کے approve کردیں تاکہ خاران میں بھی irrigation کے کام تیزی سے شروع ہوں۔ شکریہ۔

وزیر حکمہ آپاشی: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! یہ جو شاء بلوج صاحب کہہ رہے ہیں کہ یہ 800 ملین کی ایک اسکیم تھی فیڈرل PSDP میں بھی reflect ہوئی تھی اور ہماری provincial PSDP میں بھی۔ لیکن وہیں پھر اُسی علاقے کے چھوٹے check ڈیموں کے لئے بعد میں اُنکی report submit کی گئی تھی۔ پھر cabinet میں ہم انکو لائے تھے لیکن concept paper صحیح اُنکی، جو رپورٹ اسکی صحیح نہیں تھی تو انشاء اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کو cabinet میں لے کر جائیں گے اُسی علاقے کے ڈیزیز ہیں انشاء اللہ اسکو approve کروائیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ لہڑی صاحب۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 654 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: سوال نمبر 654۔

وزیر حکمہ آپاشی: جناب اسپیکر! پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

54☆ جناب نصراللہ زیرے، رکن اسمبلی: نوٹ موصول ہونے کی تاریخ 17 اگست 2021 کیا وزیر آپاشی از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

ماں سال 2021-2022 کے بجٹ میں حکمہ آپاشی کیلئے گرید 16 تا 18 کل کتنی اسامیاں تخلیق کی گئی ہیں ان کے نام اور تعداد کی اسامی و ارتقیل دی جائے نیز حکمہ مذکور اور بلوچستان پبلک سروس کمیشن میں پہلے سے خالی پڑی ہوئی اسامیوں کے نام اور تعداد کی اسامی و ارتقیل بھی دی جائے۔

وزیر آپاشی: جواب موصول ہونے کی تاریخ 24 فروری 2022

ماں سال 2021-2022 کے بجٹ میں حکمہ آپاشی میں گرید 16 تا 18 کی ذیل اسامیاں تخلیق کی گئی ہیں:-

نمبر شمار	نام اسامی	دفتر	بنیادی پے اسکیل	تعداد اسامی
1	اکاؤنٹنس آفیسر	چیف انجینئر (ساوتھ زون)	17	1
2	ڈپٹی ڈائریکٹر (ایمن)	چیف انجینئر (ناorth زون)	18	1
3	ایمن آفیسر	چیف انجینئر (مکران)	17	1
4	ایگزیکٹو انجینئر	ایپیکیشن ڈویژن چن	18	1

1	17	اپریلیشن ڈویژن چمن	سب ڈویژن آفیسر	5
1	16	اپریلیشن ڈویژن چمن	ڈویژن آکاؤنٹنٹ	6
1	16	اپریلیشن ڈویژن چمن	ہیڈ کلرک	7

محکمہ آپاشی مالی سال 2021-2022 میں اسٹینٹ انجینئر / ایس ڈی او کی 24 خالی اسامیوں کو پیک سروں کیش کے ذریعے پُر کرنے کیلئے محکمہ نظم و نسق و انتظامی امور کو بہت جلد درخواست ارسال کر دی جائے گی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر! No supplementary Question - میں مطمئن ہوں آپ کے جواب سے۔

وزیر محکمہ آپاشی: سر! اگر اس میں نہیں اور بات میں کرنا چاہتا ہوں۔ معزز ممبر نہیں ہیں تو اس علاقے سے کوئی اور ممبر ہے تو اس کے جو سوالات ہیں already میں نہ دئے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وہ disposed of ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وقفہ سوالات ختم۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: توجہ دلا دنوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب آپ اپنی توجہ دلا دنوں سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! میرا جو توجہ دلا دنوں ہے وہ صوبائی وزیر برائے محکمہ داخلہ و قبائلی امور کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی جانب مبذول کروائی گے کہ گزشتہ دنوں اسلام آباد پر لیں کلب کے باہر اسلام آباد پولیس کی جانب سے بلوچستان کے طالب علموں کے احتجاجی مظاہرہ پر بھیانہ تشدد، لاٹھی چارچ اور نہتے طالب علموں کو زخمی کرنے کی بابت، حکومت بلوچستان نے وفاتی حکومت سے رابطہ اور اس سلسلے میں جو اقدامات اٹھائے ہیں کی تفصیلات بتائی جائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ثناء بلوچ صاحب چونکہ وزیر داخلہ نے آج درخواست دی ہوئی ہے چھٹی کی تو میرے خیال سے اس کا فائدہ نہیں ہوگا اگر اس پر۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: کوئی بات نہیں۔ سر! آپ تھوڑا سا order کروادیں تو میرے خیال میں House میں order کی تھوڑی سی کمی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وہ تو کرادیں گے مگر یہ آپ کا توجہ دلا دنوں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: کوئی بات نہیں سر امیں اس پر دو چار جو بلوچستان کے عوام کی جواہرات ہیں بلوچستان کے عوام کے جو خدشات ہیں وہ پیش کریں گے پیشک حکومت بلوچستان نے ابھی تک کچھ لکھا بھی نہیں ہے ہم ان سے گزارش کریں گے کہ وہ اس سلسلے میں اسلام آباد کے ساتھ پر زور طریقے سے اس مسئلے کو اٹھائیں۔

جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: Order in the House سارے IMPAs اپنی اپنی Chairs پر بیٹھ جائیں مہربانی کر کے۔ یونس عزیز زہری صاحب۔ اپنی اپنی Chairs پر سارے بیٹھ جائیں۔ ایوان کی کارروائی تب شروع ہوگی جب آپ اپنی اپنی Chairs پر بیٹھیں گے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یونس عزیز زہری صاحب اپنی Chair پر بیٹھ جائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! بلوچستان کے نمائندوں کی حیثیت سے ہم بلوچستان کے سلگتے مسائل، درد، تکالیف، مشکلات اور بالخصوص ہمارے دیہاتوں، گاؤں کوچوں میں جیسے rule of law یا قانون کے حکمرانوں کی وحیاں اڑائی جاتی تھیں، ہم ساڑی تین سال سے مسلسل اس پر بولتے رہے ہیں بلکہ 20، 15 سال سے یہ ہماری تاریخ ہے کہ ہم نے بلوچستان کے عوام کو دوسرا اور تیسرا درجے کے شہری سمجھنے والی قوتوں کو ہمیشہ یہ بات باور کروائی ہے کہ آپ بلوچستان کو بزرور طاقت، بزرور لادھی، بزرور دوسرا یا تیسرا درجے کے شہری کی حیثیت سے سمجھ کر آپ اس کو آگے نہیں بڑھاسکتے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بلوچستان میں قانون کی حکمرانی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن کراچی، لاہور، اور اسلام آباد جیسے مہذب شہروں میں ترقیافت شہروں میں چند رجن بلوچ اور پشتون طالب علموں کے ساتھ جو رویہ رکھا جا رہا ہے گزشتہ ڈیڑھ دو مہینے سے یہ پوری دنیا کیلئے افسوس کا باعث ہے۔ ایک تو بلوچستان کے سلگتے مسائل اپنی جگہ پر بلوچستان کی احساس محرومی اپنی جگہ پر، بلوچستان کے لوگوں کوئی دنیاوی سہولیات میسر نہیں اپنی جگہ پر، تعلیم کی شعبے سے دور رکھا ہے، یروزگاری عروج پر ہے، سرحدات بند کردی گئی ہیں اس کے اوپر جب مائیں، بہنیں، بیویاں سلامی کڑائی کر کے اپنے بچوں کو یوردن صوبہ بھیجنی ہیں تعلیم کیلئے، قائد اعظم یونیورسٹی بھیجنی ہیں، اسلام آباد بھیجنی ہیں، لاہور بھیجنی ہیں یا اُنکے باپ کاشتکاری کر کے مال مویشی بیچ کر اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے بھیجتے ہیں۔ تو دوسری جانب، بلوچستان کے ان نوجوانوں کے ساتھ جس طرح کارویہ رکھا جاتا ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ جناب والا! دوسری، تیسرا جنگ عظیم میں یہ کسی نازی جرمن جو ہیں یہودیوں کے ساتھ نہیں کرتے تھے اس کو کہتے ہیں racial profiling، جب لاہور میں ایک دھماکہ ہوا تو

وہاں تمام بلوچ اور پشتون طلباء کو اکھٹے کر دیا گیا اُنکے شناختی کا روز لئے گئے اُنکی تصویریں لی گئی سارے تھانوں کو اطلاع کر دی گئی۔ اُنکو بتایا گیا کہ آپ اپنے سارے فون اور فون نمبر details ہمیں بتادیں آپ کہاں جاتے ہیں کہاں آتے ہیں یہ ہمیں بتادیں۔ جب لاہور والے مسئلے پر ہم نے احتجاج کیا تو جناب والا! جوڑ کے وہاں پر تعیین حاصل کرتے ہیں شعور حاصل کرتے ہیں ابھی اچھے departments میں پڑھے ہیں حفظ بلوچ کی ایک مثال آپ کو دیدوں وہ وہاں فزکس کے پریکٹیکل میں M کا طالب علم تھا اپنے علاقے میں آیا، دوچار بچوں کو ٹوٹن پڑھا رہا تھا ایک اور تعلیمی ادارے میں اُس کو جناب والا! اُٹھا کر بیجا گیا۔ پروفیسر زن اُسکے حوالے سے articles لکھے ہیں۔ جب وہاں پر سارے طلباء جمع ہوئے یہ اُنکا حق ہے۔ اسلام آباد میں طاہر القادری صاحب کے ہزاروں کے دھرنے پر ایک پھول تک نہیں پھینکا جاتا۔ مرحوم خادم حسین رضوی ہے دھرنے پر جو مہینوں کے مہینوں چلتا ہے کوئی اُس پر ایک سنکر تک نہیں پھینکتا۔ عمران خان کے دھنوں پر بینڈ باجوں پر جو دو تین مہینے تک اسلام آباد میں رہے کسی نے جناب والا! کیلئے کا چھلکا بھی نہیں پھینکا۔ ہمارے دو سے تین درجن نوجوان بچے ہمارے طالب علم بلوچستان کے بلوچ پشتون جب press club کے سامنے جاتے ہیں صرف یہ مطالبا کرتے ہیں کہ حفظ بلوچ کو رہا کرو۔ لاپتہ ہے واپس لے آؤ۔ یا بلوچستان میں لاپتہ کرنے کا culture ہے دو دہائیوں سے، تین دہائیوں سے اس کو ختم کر دیں اُنکے اوپر لاٹھی چارج کیا جاتا ہے۔ اُنکا خون اتنا بہتا ہے کہ اسلام آباد کی زمین سرخ ہو جاتی ہے۔ ایک قطرہ خون کافی ہوتا ہے ایک مظلوم کا مخلوم کی آہ کے لئے اُنکی ماڈل اور اُنکے بہنوں پر کیا گزر رہا ہوگا۔ یہ کوئی ریاست کے اندر اپنے شہریوں کے ساتھ اسلام آباد کے لوگ بھی تھے ہماری وزیر ہے 70، 60 بچے اور بچیوں کو جو بلوچ، پشتون اور ساتھ میں، اُنکے ساتھ اسلام آباد کے لوگ بھی تھے اُنکے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتا ہے؟ آپ ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں تھے، ریاست کو، ریاست کے اداروں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ بلوچستان کو صرف مالیاتی packages سے آپ خوش نہیں کر سکتے ہیں۔ بلوچستان کے لوگوں کے دل و دماغ جیتنے ہیں تو آپ نے یہ racial profiling روکنی ہے، آپ نے یہ خوف اور احساس عدم تحفظ جو ریاست اور ریاستی اداروں کے حوالے سے ہمارے نوجوانوں میں ہے اسکو آپ نے ختم کرنا ہوگا۔ آپ نے یہ اکواہاس دلانا ہوگا کہ اسلام آباد میں آنے والے بچے کی اگر وہ بلوچستان کے پہاڑوں سے دیہاتوں سے کوچوں سے یا پشتونخواہ کے دیہاتوں سے کوچوں سے یا سندھ کے دیہاتوں سے نکل کر آتا ہے اُس کو آپ زیادہ تحفظ دیں تاکہ لوگوں کی national disintegration کے process اپ تو بڑھے، آپ تو national integration کے

process کو تقویت دے رہے ہیں۔ جس میں آپ press club کے سامنے بچے جاتے ہیں مارتے ہیں۔ میں حکومت بلوچستان کو جناب دُمڑ صاحب، نصیب اللہ مری صاحب بالخصوص آپ تعلیم کے شعبے سے ہیں اگر حکومت بلوچستان میں اس میں احتجاج نہیں کیا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت بلوچستان اس پر ایک احتجاجی مراسلہ و فاقہ حکومت میں بھیجے جس میں دو مطالبات ہونے چاہیے۔ نمبر 1۔ بلوچستان کے جتنے بھی طالب علم باہر کی یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اگر ان کے ساتھ دوسرا یا تیسرا درجے کے شہری کا سلوک کیا گیا اُنکی racial profiling کی گئی تو حکومت بلوچستان اپنا حق محفوظ رکھتی ہے کہ وہ بھرپور احتجاج کر لے گی۔ یہ آپ لوگوں کے نقطہ one میں ہونا چاہیے تاکہ یہ جو rational profiling ہوئی ختم ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو بھی اسلام آباد کے واقعہ میں ملوث ہے جس میں 25 سے زیادہ طالب علم رخنی ہوئے ہیں پر لیں کلب کے باہر۔ وہ کس کے حکم پر ہوئے اس کے حوالے سے اسلام آباد کی جو پولیس ہے اسلام آباد کی جو administration ہے اس پر تحقیقات کرے۔ اور ان نوجوانوں کو compensate کیا جائے اُن کی عزت نفس مجروح ہوئی ہے۔ اگر آپ لوگوں سے احتجاج کا حق چھینتے ہو وہ کہاں احتجاج کریں، وہ شہر میں احتجاج نہیں کر سکتے۔ جب بلوچستان میں آتے ہیں تو احتجاج کرنے کا حق نہیں۔ اسی لیے تو لوگ پہاڑوں پر جا کے احتجاج کرتے ہیں۔ خدا کو مانیں اس ملک کی بندیاں کمزور کرنے والے ادارے جو اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں اُن کو اپنارو یہ اس سلسلے میں درست کرنا پڑے گا۔ ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں بلوچستان کے اُن نوجوانوں کو جن کے سر پر لاثیاں پڑیں لیکن انہوں نے پرانی طریقے سے اپنا احتجاج جاری رکھا۔ ہم دوبارہ مطالبہ کرتے ہیں کہ حفیظ بلوچ سمیت صحیح بلوچ، ہبہیں بلوچ جتنے بھی بلوچستان میں لاپتہ افراد ہیں اُن کی رہائی فی الغور یقینی بنائی جائے۔ کیوں کہ جب تک بلوچستان میں لاپتہ افراد کا مسئلہ ہے اُس وقت تک بلوچستان میں جو ہے امن کا آشنا کا اور پیار اور محبت کا احساس جنم نہیں لے سکتا۔ شکریہ جناب اپیکر۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اپیکر۔

جناب ڈپٹی اپیکر: زیرے صاحب توجہ دلا و نوٹس پر صرف محکم بات کر سکتا ہے۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اپیکر! یہ ہمارے وہاں پڑھنے والے نوجوانوں کا مسئلہ ہے۔ میں point of order پر بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی اپیکر: اس پر کافی ہم لوگوں نے بات کی point of order پر آپ توجہ دلا و نوٹس کے

متعلق بات نہیں کر سکتے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔ آپ تشریف رکھیں پھر بعد میں، پھر میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔

جناب طاہر شاہ کا کڑ (سیکرٹری اسمبلی): سردار یار محمد رند صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار عبدالرحمن کھیزان صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: لا لا عبدالرشید صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: مکھی شام لعل صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بانو خلیل صاحبہ نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میرضیاء اللہ لاگو صاحب کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: رخصت کی درخواستیں ختم

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایوان کی کارروائی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئین کی آرٹیکل 144 کے تحت آئینی قرارداد کا پیش کیا جانا۔

جناب نور محمد درڑ (وزیر برائے محکمہ خزانہ): جناب اسپیکر توجہ دلا و نوٹس پر میں گورنمنٹ کی طرف سے اس پر کوئی بات کروں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال سے ایک بار یہ ایوان کی کارروائی کر لیتے ہیں۔ بعد میں پھر۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: نہیں نہیں اسی میں توجہ دلا و نوٹس پر وہ بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر وزیر داخلہ ہوتے تو زیادہ بہتر ہتا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! گورنمنٹ کی طرف سے جو میں نے مطالبات کیے ہیں ان کا respond کرنا چاہتے ہیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر برائے محکمہ پی اینڈ ڈی): آپ بھی گورنمنٹ میں ہیں آپ خود جواب دیں نا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آپ اپنا پہلے بتائیں کہ آپ کدھر ہیں تو میں اپنا جواب دیتا ہوں۔

وزیر برائے محکمہ پی اینڈ ڈی: پہلے یہ بتائیں کہ وہ گورنمنٹ میں ہیں یا اپوزیشن میں، مجھے تو کوئی عاریں میں بولچتران عوامی پارٹی کا ہوں اور وہ گورنمنٹ کا ہے، گورنمنٹ اُن، ہی کی ہے۔ بتائیں تو صحیح؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: صوبائی وزیر برائے محکمہ مذہبی امور آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت آئینی قرارداد پیش کریں۔

میر نصیب اللہ مری (وزیر برائے محکمہ تعلیم): میں میر نصیب اللہ مری وزیر برائے مذہبی امور کی جانب سے درج ذیل آئینی قرارداد پیش کرتا ہوں کہ ہر گاہ کہ یہ ایوان مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کو اسلامی جمہوری پاکستان کے آئین مجریہ 1973 کے آرٹیکل 144 کے تحت اختیار دیتا ہے کہ وہ صوبائی اور ضلعی علماء و مشائخ کو نسل تشكیل دینے سے متعلق ایسی قانون سازی کرے جو کہ پورے پاکستان میں نافذ ا عمل ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئینی قرارداد پیش ہوئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا آئینی قرارداد منظور کی جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئینی قرارداد منظور ہوئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی چونکہ میرضیاء اللہ لاگو صاحب چھٹی پر ہے تو ملک سکندر خان ایڈو و کیٹ صاحب قائد حزب اختلاف آپ اپنی قرارداد نمبر 137 پیش کریں۔

ملک سکندر ایڈو و کیٹ (قائد حزب اختلاف): جناب اسپیکر صاحب بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اذان ہے میرے خیال سے دو منٹ انتظار کریں۔ (عصر کی اذان)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک سکندر ایڈ ووکیٹ صاحب!

قائد حزب اختلاف: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ قرارداد نمبر 137۔

ہرگاہ کہ مورخہ 07 فروری 2022ء کو وزیر اعظم پاکستان نے دورہ نوشکی کے موقع پر ایف سی اور رینجرز کی تنخوا ہوں میں 15 فیصد اضافہ کرنے کا اعلان کیا۔ جبکہ بلوچستان پولیس فورس اور بلوچستان لیویز فورس کی تنخوا ہوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا حالانکہ پولیس فورس اور لیویز فورس کے جوان بھی عرصہ سے ملک کے دفاع اور تحفظ کی خاطرا پی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وزیر اعظم ان کی تنخوا بھی بڑھانے کا اعلان کرتے اور صوبہ کو اضافی تنخوا کی رقم مرکز سے بھیجواتے۔ چونکہ مذکورہ اعلان سے پولیس اور لیویز فورس کی حوصلہ شکنی اور بے تو قیری ہوئی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ بلوچستان پولیس اور بلوچستان لیویز فورس کی تنخوا ہوں میں بھی 15 فیصد اضافے کی فوری اعلان اور مطلوبہ فنڈز صوبہ کو فراہم کرنے کو لیتی بنائے۔ تاکہ پولیس اور لیویز فورس میں پائی جانے والی بے چینی اور احساس محرومی کا خاتمه ممکن ہو سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 137 پیش ہوئی۔ اس کی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

قائد حزب اختلاف: بہت شکریہ جی۔ اس سے قبل میں اس کی admissibility پر عرض کروں، میر یونس عزیز زہری صاحب نے ایک بہت بڑا معاملہ اسمبلی کے سامنے رکھا ہے آپ کے سامنے رکھا ہے اور بلوچستان کے تمام واکداروں کے سامنے رکھا ہے کہ اگر اس طرح یہ زمینیں لوگوں کی قبضہ ہوتی گئیں تو یہ انتہائی ظلم ہوگا زیادتی ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایڈ ووکیٹ صاحب آپ قرارداد پر آ جائیں۔

قائد حزب اختلاف: جی ہاں یہ میں صرف اُس کے لیے اور جو کل دھماکے میں لوگ شہید ہوئے ہیں زخمی ہوئے ہیں میں ان سے دلی ہمدردی کا اظہار بھی کرتا ہوں اور شہداء کے بارے میں عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور زخمیوں کو جلد صحت یاب فرمائے۔ جناب اسپیکر! میں نے اس سے قبل بھی بلوچستان میں قانون اور آئین کی پاسداری کے لیے بیورو کریسی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے بارے میں ایک قرارداد پیش کی تھی۔ اور اس معزز ہاؤس نے اس قرارداد کو منظور کی۔ اُس میں، میں نے گزارش یہ کی تھی کہ بیورو کریسی کو کسی کا آل کار بنانے کی بجائے اُن کی ذمہ داریوں کے مطابق اُن کو اختیار دیا جائے۔ کیونکہ جو Politicians ہے وہ تو تین سال کے لیے ہوتے ہیں پانچ سال کے لیے ہوتے ہیں اور اُس کے بعد اور

آجاتے ہیں۔ لیکن بیورو کریمی اور قانون نافذ کرنے والے ادارے 30،325 سال تک اس صوبے میں تمام امن و امان کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں، آئین کی پاسداری کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں، اور قانون پر عمل درآمد کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وہ قرارداد منظور ہوئی لیکن اب تک تو اُس پر کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ جناب اسپیکر! پاکستان کی جو 74ء سالہ تاریخ ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے، سیاسی اور جمہوری عمل کی قوت کے لیے کیا کچھ ہوا ہے۔ یا پھر معاشرے کی فلاح کے لیے اس ملک میں کیا ہوا ہے۔ اس طرح عوام کی جان و مال کے تحفظ کے لیے کون سے اقدامات ہوئے ہیں۔ اور زرعی ترقی کی ضرورت کو کس حد تک ملوظ انظر رکھا گیا ہے۔ توہر طرف سے یہی جواب ہو گا کہ اس میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا جو اٹھانا چاہیے تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ہمارا معاشرہ انارکی کی طرف جا رہا ہے اور یہ بات کہ 74ء سالہ استحصال کے باوجود بلوچستان کے لوگ زندہ کیسے ہیں اور یہ صوبہ چل کیسے رہا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ کو ابھی اور ہاؤس کے معزز اراکین کو بھی اس کا بخوبی علم ہے کہ سرکار کی طرف سے بلوچستان کے عوام کو جوان کا آئینی قانونی حق ہے وہ نہیں دیا گیا۔ اگر زراعت کی بات کی جائے تو کسان اپنی محنت کر کے خود کسی جگہ سے پوچھ پاچھ کر کے وہ اپنے کے لیے زرعی راستے بناتے ہیں اور اُس پر اپنا گزر ادا کرتے ہیں۔ باغات ہوں یا سبزیات ہوں گندم ہو جو بھی فصل ہو، جو بلوچستان میں معيشت کی رویہ کی ہڈی ہے۔ اگر مالداری کو دیکھا جائے تو کون سے اقدامات اس سرکار کی طرف سے 74ء سال میں بلوچستان کے عوام کے لیے ہوئے ہیں یہ بھی جواب نہیں میں ہو گا۔ اس طرح یہاں کے لوگ محنت مزدوروی کر کے دوسرا ملکوں میں جا کے دوسرے علاقوں میں جا کے وہ اپنی محنت کرتے ہیں اور اس سے آ کر اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ تو اس حوالے سے بھی یہ انتہائی ہمارے لیے سب کے لیے ایک چیلنج کا باعث ہے بلوچستان میں پولیس اور یویز اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن unfortunately ایسا نہیں ہو رہا ہے بنیادی طور پر بلوچستان میں امن و امان کی ذمہ داری پولیس اور یویز کی ہے۔ یہی پولیس اور یویز ہماری جو اس وقت کی ضرورت کے مطابق اُن کی وہ تمام جوان کی کمیاں ہیں وہ بھی پوری ہوئی ہیں۔ اور یہی پولیس اور یویز چیل میدانوں میں اور فلک بوس پہاڑوں میں قانون کے نفاذ کے لیے اور امن و امان کے قیام کے لیے تگ و دو کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی ایف سی اور ریٹائرڈ ناظم ہے کہ ہمارے پاس بانی ہیں ہمارے پوری دھرتی کے پاس بانی ہیں۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ ان کی تنخوا ہوں میں اضافہ ہوا ہے اس میں کوئی دوسری بات نہیں ہے۔ لیکن جو قربانیاں پولیس کی ہیں جو شہادتیں پولیس نے دی ہیں یویز نے دی ہیں اُس کو بھی قطع نظر نہیں کیا جا سکتا بلکہ اگر کتنی ہو جائے تو پولیس اور یویز کی شہادتیں لا تعداد ہیں۔ اب ہو یہ جناب اسپیکر صاحب! کہ 7 فروری کو ہمارے وزیر اعظم کو سچے تشریف لائے اور پھر نوٹشی میں انہوں نے ایک

اجتماع کیا ہمارے چیف منستر صاحب بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ اُس function میں انہوں نے ایف سی اور ریپورٹ تنوخاہوں میں 15% اضافے کا اعلان کیا پولیس بھی وہی تھی لیویز بھی وہی تھی۔ یا تو اُن کو پوائنٹ آؤٹ نہیں کرایا گیا یا انہوں نے اس کو فورس ہی نہیں سمجھا۔ یہ بھی اُسی طرح کی ڈیوٹی پر تھے اس طرح پورے نوشکی میں پھیلے ہوئے تھے اور نوшکی کے سارے علاقوں شہر کے علاوہ لیویز کی تحویل میں ہیں۔ تو ان کی تنوخاہوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا یعنی گزارش یہ ہے کہ جناب اسپیکر صاحب! یہ جو تنوخاہیں بڑھائی گئیں 7 فروری کو لیویز اور پولیس فورس بھی اس اضافے کے اخلاقی قانونی حقدار ہے ان کو اس طرح صرف نظر انداز کرنا زیادتی ہے۔ تو اس لیے میں گزارش کروں گا کہ اس ایوان سے بھی اور جناب سے بھی کہ یہ قرارداد منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک ایڈ ووکیٹ صاحب!

قائد حزب اختلاف: اور جوان کا حق ہے جو ان کے ساتھ اُس دن زیادتی ہوئی۔ ویسے تو سارا کچھ چلتا ہے ابھی یہ تو گھٹنے لگیں گے جب ہم اس کو بیان کریں گے۔ لیکن وہ جو موقع محل ہے اُس کے حوالے سے ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اس لیے میری گزارش ہے کہ ان کی تنوخاہوں میں اضافہ کیا جائے۔ اور میں یہ بھی عرض کروں گا کہ پولیس فورس اور لیویز فورس کو جو ان کا بنیادی فریضہ ہے اُس کے بارے اُن کو آزادی دی جائے پھر اگر نہیں ہوتا ہے تو ایک جگہ پر پولیس بھی بڑا روں کی تعداد میں ہیں اُنکا اسلحہ بھی کروڑوں میں ہے اُن کی گاڑیاں بھی اربوں اور کروڑوں میں ہیں لیویز کی بھی اس طرح position ہے۔ تو پھر چار چار فورس رکھنے کا فائدہ کیا ہوگا۔ ان کو ذمہ داری میں اُن کو اختیار دیا جائے تو انشاء اللہ یہ ذمہ داری پوری کریں گے اور نہیں کریں گے تو اسی ایوان میں یا کسی بھی جگہ پر یہ بھی کہا جاسکے گا۔ کہ جی پھر پولیس اور لیویز کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب اسپیکر بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی نصراللہ خان زیرے صاحب!

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر صاحب! میں ملک صاحب کی اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر صاحب! کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ لیویز اور پولیس کے مورال کو گرا یا جائے۔ اور چونکہ لیویز اور پولیس ہماری بالخصوص ہماری لیویز ہماری مقامی community policing کا نظام ہے انگریز کے دور سے اور جس جس علاقے میں crimes ہوتے تھے تو وہ ذمہ دار ہوتا تھا اسی لیے انگریز نے اس community policing یا لیویز کا نظام متعارف کرایا۔ پھر بعد میں پولیس کا نظام آیا اور پولیس اور لیویز ہماری مقامی فورس ہے۔ ہماری حکومتوں نے یا اُن سے کرایا گیا کہ اُن کی مراعات اُن کو جو تربیت دینی تھی یا اُن کی

تختواہیں بڑھانی تھیں وہ اُس لحاظ سے نہیں کئے گئے اگر آپ جائیں پنجاب میں پنجاب پولیس کی تختواہیں دیکھیں اور آپ ہمارے صوبے کی پولیس کی تختواہیں اُس کے بعد لیویز کی آپ دیکھیں ان میں زین آسامان کا فرق ہے کل بھی آپ نے دیکھا کہ ہمارے ایک ڈی ایس پی صاحب شہید ہو گئے دو، دوسرے ہمارے بھائی شہید ہو گئے اس قسم کے تین پہلے بھی میرے حلقہ انتخاب میں پولیس پر حملہ ہوا تھا اور انہوں انی جانوں کی قربانی اور نذرانہ پیش کیے۔ لیکن اس طرح روایہ کہ اپنے آپ کو پرائم منستر کہلانے والا شخص جب وہاں پہنچا ہے۔ اُسکو کیا لیویز نے کیا پولیس نے قربانیاں نہیں دی ہیں کیا اُن کا حق نہیں بن رہا ہے کہ آپ ان کے لیے بھی 15% تختواہیوں میں اضافہ کرنے کا اعلان کرتے۔ تو یقیناً عمومی تاثر پولیس میں یہ ہے لیویز میں یہ ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں سڑکوں پر دن رات کھڑے ہیں صبح سے لیکر شام تک ہم لوگ کھڑے ہیں ٹھیک ہے پولیس میں بھی خامیاں ہو گئی لیویز میں بھی ہو گئی لیکن اس طرح دو معیار رکھنا ایک وزیر اعظم اپنے آپ کو کہلانے والا شخص کو وہ زیب نہیں دیتا کہ وہ لیویز بھی وہاں کھڑی ہے اُن کی حفاظت کے لیے پولیس بھی کھڑی ہے۔ لیکن وہ محض ایف سی کی تختواہ تو بڑھادیتے ہیں۔ لیکن وہ لیویز اور پولیس پھر وہ خاموش رہتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ لیویز اور پولیس کی تختواہیوں میں اضافہ کیا جائے جو کچھ وزیر اعظم نے اُس وقت اعلان کیا تھا وہ اعلان صوبائی حکومت سے سفارش کرے کہ وہ مراعات لیویز اور پولیس کو بھی دیئے جائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شاء بلوچ صاحب۔ میرے خیال سے آپ پھر گورنمنٹ کی طرف اس سے بات۔۔۔

جناب شاء اللہ بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب آپ کو یاد ہو گا کچھ دن پہلے میں نے توجہ دلائے تو اُس پر بھی اپنے پولیس اہلکاروں کا جو بلوچستان میں ہیں۔ لیویز اہلکاروں کی تختواہیوں کے حوالے سے آپ کی توجہ مبذول کروائی۔ مثکور ہوں ملک سکندر صاحب کا جو آج کی قرارداد ہے اُس سے منسلک ہے کہ مہنگائی اور مشکل کے اس دور میں جہاں نہ آٹا انسان کے پہنچ میں ہے نہ گھنی نہ چینی نہ چاول نہ اچھی تعلیم ایک غریب کی پہنچ میں ہے ایسے وقت میں ایسے لوگ جو اپنی جان پر کھیل کر ورودی پہن کر یہ ثابت کرواتے ہیں شہر کی گلی کو چوں میں کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا محافظت ہے آپ کے۔ یہ سب سے بڑا risk ہے۔ جب آپ ورودی پہن کر ایسے ماحول میں ایسے کھشن ماحول میں ایسے بلوچستان میں پاکستان میں اس خطے میں جس طرح بدامنی کی صورتحال ہے چاہے لیویز کا سپاہی ہو یا پولیس کا سپاہی ہو صرف اگر وہ ورودی پہن کے جا کے چورا ہے پر کھڑا رہتا

ہے اُس کی قیمت نہیں لگنی چاہیے تھی اُس کی تنخواہ کا تو کوئی صور نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وہ خدمت کے اعلیٰ بینار پر اُس کو فائز ہونا چاہیے تھا۔ کہ وہ آپ کی حفاظت کرتا ہے۔ مدرسوں کی، مسجدوں کی امام بارگا ہوں کی، عید گاؤں کی، اسکولوں کی، ہسپتالوں کی، سی ایم سیکرٹریٹ کی، گورنر ہاؤس کی سول سیکرٹریٹ کی، ان کو میرا خیال میں یعنی نہیں ہونا چاہیے تھا آج ہم ان کی تنخواہ کے حوالے سے بات کرتے۔ ہم جب روزگزرتے ہیں مجھے یاد ہے بارش میں، برف میں، گرمی میں، دھوپ میں یہی لوگ ہوتے ہیں ہمارے لیے barriers بھی اٹھاتے ہیں۔ یہی لوگ ہمارے لیے تحفظ کا سامان بھی کرتے ہیں۔ تو جناب والا! میں صرف ایک چھوٹی سی گزارش کروں شاید ہمارے فناں منش کو یہ support دے گا۔ دمڑ صاحب! ایک بہت important sector ہے۔ جس کو آپ نوٹ کریں جو بلوچستان کو اس وقت اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ ہمارے constitution کے اندر پاکستان کے constitution کے اندر ایک آرڈیل ہے۔ جس میں civil armed forces کی definition کی گئی ہے۔ میں آپ کو بتاؤں گا کیوں کہ جب آپ تنخوا ہوں میں اضافے کی بات کریں گے۔ کہیں گے کہ بجٹ کم ہے۔ تو میں آپ کو سارا فارمولادے دوں گا آپ کے پاس پیسے کیسے آئیں گے۔ civil armed forces کی مد میں پاکستان کے تینوں صوبوں کو وفاقی حکومت ان کی Khyber pakhtunkhwa constabulary frontier میں اس کو کہتے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں اس کو کہتے ہیں۔ جس کو کہتا ہے۔ بلوچستان میں فرنٹیئر کو رہے پھر اُس کے بعد حکومت پاکستان کے constabulary کہنے پر وفاق کے کہنے پر بلوچستان میں بلوچستان کا نسلبری بنائی گئی۔ دمڑ صاحب! ذرا غور سے سئیے گا۔ وفاقی حکومت کے کہنے پر بلوچستان میں بلوچستان کا نسلبری بنائی گئی۔ لیکن بلوچستان کا نسلبری جب بنائی گئی تو پھر حکومت بلوچستان کو مجبور کیا گیا کہ بلوچستان کا نسلبری کی تنخوا ہیں آپ اپنے خزانے سے دیں۔ دمڑ صاحب! آپ کو پتہ ہے بلوچستان کا نسلبری کی تنخوا کہاں سے آتی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شاء بلوج صاحب! Chair! address کریں۔

جناب شاء اللہ بلوج: میں اسی لیے کہر ہاتھ کا تھوڑی سی توجہ کہیے بہت ہی۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چیئر کو ایڈرس کریں۔

جناب شاء اللہ بلوج: مسئلہ ہے جس میں آپ بلوچستان کے دس سے بارہ ارب روپے constitution واپس لا سکتے ہیں۔ وفاقی حکومت نے ہمارے ساتھ commitment کی ہے۔ یہ آئین کے اندر ہے

civil armed forces سے متعلق ایک آرٹیکل جس میں جب حکومت، وفاقی حکومت نے کہا بلوچستان میں آپ اپنی بلوچستان کا نشیبلی arise کریں۔ تو اس کے بدالے میں سارے اخراجات constitution وفاقی حکومت برداشت کرے گی۔ سنده میں، خیر پختونخوا میں اور پنجاب میں جو بھی civil armed forces ہیں۔ جس میں بلوچستان کا نشیبلی بھی شامل ہے۔ اُس کو فیڈرل گورنمنٹ فنڈ کرتی ہے۔ لیکن ہم جیسے غریب صوبے پر جس کے پاس نہ تعلیم کے لیے پیسے ہیں نہ لیویز اور پولیس کو دینے کے لیے پیسے ہیں۔ نہ ان کی تنخوا ہیں بڑھانے کے لیے پیسے ہیں۔ چھ سے آٹھ ارب روپے بلوچستان کا نشیبلی اپنی جیب سے دے رہی ہے۔ یہ پیسے وفاقی حکومت سے ہمیں ملنے چاہئیں۔ میں اس لیے اس کو link کر رہا ہوں کہ جب میں بات کروں گا۔ آپ کے پاس یہ shocking data ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ صوبہ اس وقت بلوچستان ہے۔ جس میں استاد بھی ہیں ملک کبھی ہیں دوسرا سب روتے پیٹتے ہیں۔ لیکن ایک comparison آپ کو بتا رہا ہوں یہ میرے سامنے ہے۔ جس میں detail paid of allowances of بلوچستان پولیس کے الاڈنسز اور ان کی تنخوا کتنی بنتی ہے۔ ہمارا جو ایک کا نشیبل ہے جو سب سے اعلیٰ اور مقدمیرے خیال میں ایک عہدہ ہے پیشہ ہے کا نشیبل کا سات گریڈ کا اُس کی تنخوا اس وقت بلوچستان میں جناب والا! 32 ہزار روپے ہے۔ جب کہ میرے پاس یہ دوسرے صفحہ ہے یہ میں دونگا اگر جام صاحب کا وقت ہوتا تو وہ کہتے تھے ناء بلوج صاحب غلط کہتے ہیں اعداد و شمار کی۔ یہ میرے پاس دوسرا صفحہ ہے جس میں پنجاب کے تمام پولیس کیڈرز کی اور اُس کے اسٹاف کی تنخوا ہوں کی فہرست دی گئی ہے۔ اب میں آپ کو تھوڑی سی comparison دیتا ہوں۔ کہ کیوں پولیس والا ہمارے نہ صرف 15 فیصد میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب equality کی بات ہوتی ہے۔ equality opportunities کی بات ہوتی ہے۔ تو سیلری کی بات پاکستان میں ہونی چاہیے۔ بلوچستان کا پولیس والا خدا نخواستہ اُس کے خون میں جو ہے وہ شاید اتنا خالص نہیں ہیں کیوں کم رکھی گئی ہے۔ بلوچستان کا جو پولیس والا ہے وہ اس وقت لیتا ہے جناب والا! کا نشیبل سات گریڈ 32 ہزار روپے جبکہ اسی category کا جس کو ہم کہتے ہیں 7 BPS اسی category کا پنجاب کا جو پولیس والا ہے وہ پچاس ہزار روپے تنخوا لیتا ہے اقتدار اس سے بھی اس کو زیادہ مانا چاہیے۔ جناب والا دمڑ صاحب جو 9 BPS ہیڈ کا نشیبل ہے بلوچستان میں اس کی تنخوا 3600 ہے تمام مراعات کے ساتھ ملا کر اُس کا جو basic pay ہے وہ گیارہ ہزار ہے۔ لیکن اُس کی تمام مراعات کے ساتھ اُس کی تنخوا 33 ہزار ہے۔ جبکہ پنجاب میں ہیڈ کا نشیبل کی تنخوا تمام مراعات کے ساتھ 54 ہزار روپے ہے۔ پھر

میں آتا ہوں 11 BPS جو ہم کہتے ہیں اے ایس آئی بلوچستان میں تمام مراعات کے ساتھ اُس کی تنخواہ 35000 ہے۔ جبکہ اسی گریڈ کے آفیسراءے ایس آئی کی تنخواہ پنجاب میں وہ 58 ہزار روپے ہے۔ حالانکہ کے وہاں سہولت ہو اور بھی بہت ہیں۔ distance کم ہے پڑول کا خرچ کم ہے تعلیم کی اچھی سہولت موجود ہے سرکاری اپنالیکٹ ہمارے سے بہتر ہے اُس کی تو cost الگ ہے living cost کم ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اچھا ہے پنجاب کی بھی ہونی چاہیے۔ 58 ہزار روپے اُس کی تنخواہ ہے۔ اب آپ ایک اور shocking fact دیکھیں جو سب انپکٹر ہے ایس آئی جو 14 BPS ہے بلوچستان میں اُس کی تنخواہ 45000 ہے جبکہ پنجاب میں اُس کی تنخواہ تقریباً دو گناہے یعنی یہ 76 ہزار روپے ہے سب انپکٹر کی تنخواہ۔ پھر جو انپکٹر ہوتا ہے پولیس ہے جو 16 گریڈ کا ہے بلوچستان میں اُس کی تنخواہ 54 ہزار روپے ہے تمام allowances کے ساتھ اور پنجاب میں اُس کی 93 ہزار ہے۔ یہ سلسلہ جاتا ہے میں آئی جی تک اس کو لے جاسکتا ہوں۔ لیکن وقت کی بھی کمی ہے۔ لہذا ان تمام حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے دھڑ صاحب! قانون کے اندر پیش کا جو already component ہے وہ civil armed forces کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جو مسئلہ ہے اس کو national right کے طور پر فیڈرل ہم نے constitutionally اور as a Balochistan گورنمنٹ کے ساتھ لینا ہے۔ کہ ہم آپ پولیس کے ملازموں کی لیویز کے ملازمین کی تنخواہ بڑھا رہے ہیں اور جب آپ اس کو بڑھائیں گے ہو سکتا ہے آپ ہمارے یہاں بیور و کریٹ آپ کو کہیں گے ہماری تنخواہیں ہماری آباد سے ہر سال بجٹ میں اپنے لیے especially negotiate کریں اور بلوچستان کے 8 سے 10 ارب روپے اسلام صوبوں کی برابر لائیں۔ ہم یہیں کہتے ہیں کہ امتیازی سلوک ان کے ساتھ کیا جائے کہ ان کے ساتھ کوئی امتیاز بھی آجائے یا ان کے ساتھ ایک منفرد سلوک کیا جائے کم از کم اتنے تو تقدار ہیں سب سے زیادہ شہداء آپ کے ہیں سب سے زیادہ تکلیف آپ کی۔ سب سے زیادہ مشکل صوبہ آپ کا اور اگر یہاں بھی اگر پولیس والے بیچارے یا لیویز والے یا ہماری دوسری سول عام فورسز والے جس طرح فیڈرل کی سول عام فورسز کے لوگوں کی یا عام فورسز کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے بہت ہی strong justification ہے آنے والے بجٹ میں بلکہ میں تو کہتا ہوں ابھی سے سری move کر دیں اور اس تحریک کی مکمل طور پر حمایت کریں تاکہ کم از کم وہ اب

ایک اپچھے دل سے ایک اپچھے تو انداز میں وہ بلوچستان کے اندر اپنے محافظ ہونے کا کام سرانجام دے سکے،
شکریہ جناب اسپیکر

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ شناء بلوچ صاحب، جی. دمڑ صاحب۔

جناب نور محمد دمڑ (وزیر معلمہ خزانہ): شکریہ جناب اسپیکر۔ سب سے پہلے میں ملک صاحب مشکور ہوں کہ وہ
ایک قرارداد لائے ہیں میں پرائم فنڈر پاکستان کا مشکور ہوں کہ اس نے ہمارے بلوچستان کی فورسز کی حوصلہ افزائی
کے لیے اپنی گوناگوں مصروفیات سے وقت نکال کے یہاں تشریف لائے اور پھر ہماری اُن غمزدہ فورسز کے ساتھ
اطہم ریجیکٹ کیا اور پھر ان کی تخلوا ہیں بڑھانے کا اعلان کیا۔ میں اس قرارداد کی حمایت تو ضرور کرتا ہوں

as a Assembly member as a Finance Minister میں یقین دہانی بھی کرتا ہوں

جناب! اس ہاؤس کو کہ ہماری پلیس اور ہماری یویز بھی ہماری اس طرح ایک فورس ہے جس طرح ہماری ایف سی
کی قربانیاں ہیں ہماری تمام فورسز کی قربانیاں کسی سے کم نہیں۔ کیونکہ بلوچستان ایک دشمنگردی کی زد میں ہے وہ
چاہے ایف سی ہو چاہے پلیس ہو چاہے یویز ہوہ فورس کی الگ الگ اگر قربانیاں شمار کریں تو میرے خیال میں
ان کی تاریخ کم ہے قربانیوں سے ان کی تاریخ بھری بڑی ہے۔ ہمارے ایف سی کے جوانوں نے جو قربانی دی
نوشکی اور پنجگوڑ میں، میں ان کو بھی سرخ سلام پیش کرتا ہوں۔ یقیناً بلوچستان میں جو پرائم ماحول ہے یہ انہی کی
قربانیوں کی بدولت ہے یہ ہماری فورسز کی قربانیوں کی بدولت ہے۔ ہماری فورسز کی تخلوا ہیں ہم جتنی بھی بڑھائیں
میرے خیال میں یہ زیادہ نہیں ہوگی۔ وہ اس لیے کہ ایک تو ہماری فورسز بھی بھی اپنی تخلوا ہوں کو بڑھانے کے لیے
روڈوں پر نہیں نکلیں۔ ان کا ایک ڈسپلن ہے۔ یقیناً وہ اپنے ڈسپلن کے پابند ہیں لیکن ان کی خواہش اور ضرورت ضرور
ہے کہ ان کی تخلوا ہیں بڑھ جائیں اور میرے خیال میں انصاف کا تقاضہ بھی یہی ہے کیونکہ ایک فورس جب انہوں
نے اپنی جان کو ہٹھی پر کھکھ کے صح گھر سے نکلتی ہیں ڈیوٹی دینے کے لیے اور آتے ہوئے نکلتے ہوئے دوبارہ ان کے
گھر آنے کا پتہ نہیں ہے ان کا ارادہ اور ان کی یہ امید بھی ہے کہ نہیں ہے۔ مجھے فورس کے ایک آدمی نے بتایا کہ
جب ہم گھر سے نکلتے ہیں تو اپنے بچوں کو وصیت کر کے نکلتے ہیں یقیناً بڑی دکھ کی بات ہے اور بہت افسوس کی بات
ہے کہ وہ موت کو دیکھتے ہوئے پھر بھی اس ملک کی خاطر اس صوبے کی خاطر تخلوا جتنا بھی ہے تخلوا یعنی کم بھی ہے
اس کے باوجود بھی اس ملک کے امن کو انہوں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے اور اس صوبے کے ماحول کو پرائم کرنے
کے لیے اور دشمنوں سے لڑنے کے لیے انہوں یہ عزم کر کے رکھا ہوا ہے اور اپنے آپ کے اوپر فرض کر کے رکھا
ہوا ہے کہ ہم نے تخلوا ہوں کے لائق کے بغیر as a Pakistani as a muslim اس معاشرے میں

امن لانا ہماری ذمہ داری ہے اور چاہے ہماری سرکی قیمت پر بھی کیوں نا ہو۔ تو میں اس قرارداد کی یقیناً حمایت کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ میں وزیر اعظم پاکستان سے گلہ اس لیے نہیں کر سکتا کہ وزیر اعظم پاکستان نے فیڈرل فورسز کے لیے اس کی ذمہ داری بنتی تھی اس نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ جو provincial subject ہے وہ ہماری صوبائی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے آج کی اس قرارداد کو جواز بنا کے اس پر آج سے میں as a finance minister میں آج سے اس پر کارروائی ضرور شروع کر لیں گے کیونکہ سی ایم کی مشاورت کے بغیر اس کے approval کے بغیر آج یہ اعلان تو نہیں کر سکتا اور نہ اگر سی ایم آج ہوتا شاید وہ یہاں سے اعلان بھی کر لیتا مجھے امید ہے کہ اس ہاؤس کی جو قرارداد ہے وہ اس قرارداد کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے اپنی فورسز کی حوصلہ افزائی کے لیے جتنا بھی ممکن ہو اپنے ویسے تو بلوچستان financial crisis تو ہماری ہے۔ لیکن پھر بھی جتنی اہمیت کی یہ قرارداد ہے اور جتنی ضرورت ہے ہماری فورسز کی حوصلہ افزائی کے لیے کیونکہ صح شام ان کے جنازے اٹھتے ہیں ان کے بچے یتیم ہو رہے ہیں۔ وہ چاہے ایف سی کے ہیں بلکہ میں اگر یہ بات کروں ایف سی کی تھوڑی سی قربانی ہماری سول فورسز سے زیادہ اس لیے ہے کہ وہ پہاڑوں پر چڑھ کے ان خطروں کا اور ان دشوار مشکل علاقوں میں جا کے ڈیوبیاں دے رہی ہیں اور جو فرنٹ لائن پر لڑ رہی ہے وہ ہماری ایف سی ہی لڑ رہی ہے تو بلکہ ہماری اور فورسز بھی آئے دن نشانہ بن رہی ہیں اور آئے دن ان کے جنازے اٹھ رہے ہیں جیسے کل ایک در دن اک واقعہ ہوا یہ بھی ہماری فورس کے لوگ تھے ہمارے ہی لوگ تھے تو ان کی تخواہیں بڑھانا میرے خیال میں انصاف کا تقاضہ ہے اور انشاہ اللہ میں اس قرارداد کی حمایت بھی کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ میں یقین دہانی بھی کرتا ہوں کہ آنے والے بجٹ میں یوں اور پوپیس فورس جو کہ ہماری provincial subject ہے ان کی تخواہیں بڑھانے کی بھی میں انشاہ اللہ یقین دہانی کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ حاجی نور محمد مژر صاحب،

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا قرارداد نمبر 137 منظور کی جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 137 منظور ہوئی۔

جناب قادر علی نائل: جناب اسپیکر! Public importance

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

جناب قادر علی نائل: بہت بہت شکریہ جناب اسپیکر کل دو مارچ کو فاطمہ جناح روڈ میں پچل اور بوٹ میکرز کی دکان پر ذوالفقار علی جو ہزارہ ٹاؤن کار ہائی ہے اور محمد علی جو علمدار روڈ کار ہائی ہے ان کی دکان پر بم دھماکہ ہوا

ہے جس میں ایک ڈی ایس پی صاحب محمد اجمل وہ بھی شہید ہوئے دونہتے اور بے گناہ بھی شہید ہوئے میں اس حملے کی مذمت کرتا ہوں اور یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان دونے گناہ انسانوں نے نوجوانوں نے کیا جرم کیا تھا کہ ایسے بم دھماکے اور ایسے اندوہنک قتل کئے جاتے ہیں کہ جس کے جسم کے اعضاء بھی نہیں مل پاتے جلس جاتے ہیں پہچانے نہیں جاتے ہیں تو ان کا تصور کیا ہے اور ہر چند مینے بعد اس طرح کا واقعہ جس میں شہریوں کے درمیان شہر میں خوف وہ راس کی فضاء پیدا ہو۔ امن کو نقصان پہنچے اس کی روک تھام کیوں نہیں ہو سکتی؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بھی ایک واقعہ قرار دیکر ختم کیا جاتا ہے حالانکہ یہ ہونا نہیں چاہیے کیونکہ میں سمجھتا ہوں یہ ایک بار پھر ہزارہ نسل کشی کی کوشش ہو رہی ہے جو تسلسل تھاد و دہائیوں سے جس اندوہنک صورت حال سے ہم لوگ گزرے ہیں اب ایک بار پھر کوشش ہو رہی ہے کہ کوئی میں امن نہ ہو یہاں ایک بار پھر نفر تین پھیلائی جائیں تو میرا مطالبہ ہے کہ اس واقعے کو ایک عام واقعہ یا ہشتنگر دی کا واقعہ قرار دیکر جان نہ چھڑائی جائے۔ بلکہ اس کے ہر پہلو سے اس کی تحقیق ہونی چاہیے کہ اس کے اثرات کس طرح پڑیں گے ان دو افراد کے قتل سے صرف یہ نہیں ہو گا بلکہ اس کے جو سماجی اثرات ہے جو معاشری اثرات ہے پورے شہر میں پڑئے گا خصوصاً ہزارہ قوم پر اس کے اثرات پڑیں گے۔ ایک بار پھر دو دہائیوں سے ہمارے لئے یہ کوشش کی گئی کہ ہمیں بازار تک ناجانے دیں ہمارا کار و بار بند ہو یعنی دروازے ہمارے اوپر بند ہوں اب ایک بار پھر یہ کوشش ہو رہی ہے جبکہ کل 2 مارچ کو کوئی شہر میں خوشیوں کا دن تھا۔ یہاں کلچر ڈے کے حوالے سے تقاریب ہو رہی تھی پورے کوئی کے عوام خوش تھے ہم اپنی روایات اپنے اقدار ایک دوسرے کو بتارہ ہے تھے کہ ہم کس طرح کے لوگ ہیں لیکن اس خوشی میں جو ہے اس طرح کا سانحہ یقیناً پورے کوئی کو اور خصوصاً ہزارہ ناون اور علمدار روڈ کے عوام کو مغموم کر دیا۔ اور اسی طرح آئی جی صاحب نے کل چارچ سنبھالا ہے اس کے بعد یہ واقعہ ہوا تو یہ ایک چیلنج ہے میں کہتا ہوں کہ اس کو جو ہے دبایانا جائے بلکہ اس کی تحقیقات ہو جائے اس کی رپورٹ عوام کے سامنے لائی جائے کہ یہ واقعہ یہ سانحہ کیوں پیش آیا اور جتنے بھی جو بھی لوگ ملوث ہیں ان کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے، بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ قادر علی نائل صاحب،

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء بلوج صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر 138 پیش کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوج: شکریہ جناب اسپیکر قرارداد نمبر 138۔

ہرگاہ کہ رخشن ڈویشن جو بلوچستان کے ایک لاکھ مرلے کلومیٹر پر مشتمل ہے اور اس وقت اس علاقے کے ہزاروں نوجوان اعلیٰ فنی تعلیم سے محروم ہیں خاران جو رخشن ڈویشن کا ہیڈ کوارٹر ہے اور قدر کی تاریخی حیثیت

پر مشتمل خطہ ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ بلوچستان بالخصوص رختان ڈوبیشن میں تعلیم کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے رختان یونیورسٹی کے قیام کو ممکن بنائے کر بلوچستان کو تعلیم کے شعبہ میں ترقی کو یقینی بنائی جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 138 پیش ہوئی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر تعلیم کی اہمیت کے حوالے سے ہمیشہ ہم نے یہاں بات کی ہے۔ بلوچستان وسیع و عریض رقبے پر مشتمل ہے اور بلوچستان کو خداوندبارک تعالیٰ نے ہر قسم کے مال و دولت سے تو آراستہ کیا ہے لیکن جو ایک دولت کی کمی ہے ہم میں جس کی وجہ سے ہم بلوچستان کے بہت قدرتی جو اس کی دولت ہے اس سے فوائد نہیں لے سکتے ہیں وہ ہے ہماری علم و ہنر کے میدان میں جو ہے پسمندگی اور کوئی بھی قوم علم و ہنر کے میدان میں اگر وہ آگے نہیں ہوتی تو وہ کسی بھی سطح پر ترقی نہیں کر سکتی ہے چاہے اس کو اردو گردسو نے وہ چاندی کے جو ہے پلیٹ رکھ دیئے جائے۔ چاہیے اس کے سامنے تیل اور گیس کے بڑے بڑے ذخائر نکلے یا اس خطے میں بڑے بڑے سمندری وسائل بھی اس کے ہوں۔ لیکن جب ان تمام سہولیات سے وہ فائدہ لینے کے لیے اس کے پاس وہ علم نہیں قابلیت نہیں ہے وہ صلاحیت نہیں ہے وہ skills نہیں ہیں یا وہ ہنر جو اس دُنیا میں جدید درکار ہے۔ تو جناب والا ان تمام امور میں وہ قوم آگے نہیں بڑھ سکتی ہے مجھے یاد ہے جب عمر تھا سینٹ کا بلوچستان میں اُس وقت ایک کیڈٹ کالج ہوا کرتا تھا اور ایک یونیورسٹی۔ بلوچستان یونیورسٹی تھی اور خضدار انجینئرنگ کالج تھا یونیورسٹی بھی نہیں تھی تو ہم ہر جگہ پر اسی discussion میں بیٹھے تھے کہ بلوچستان کو زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے دیئے جائیں بلوچستان کو کیڈٹ کالج زدیے جائیں بلوچستان کو ریڈی پیشفل کالج زدیے جائیں۔ بلوچستان میں human resource development یعنی انسانی وسائل کی ترقی کے لیے ہنرمندی کے ادارے دیئے جائیں۔ اور انسانی وسائل ہو کیا ہیں؟ جناب والا! جس طرح قدرتی وسائل ہوتا ہے انسانی وسائل یہ ہیں کہ آپ انسان کی تمام صلاحیتوں کو polish کر کے اُس کو اس پورے معاشرے، پوری دنیا کے لیے ایک قابل انسان بناتے ہیں۔ جس شخص نے یہ فون بنایا۔ آپ شاید اُس کو نہیں جانتے ہوں گے۔ اس میں مختلف components ہیں۔ کافی لوگوں نے علم حاصل کر کے اس نتیجے پر پہنچ کر ہم نے ایک ایسی چیز بنائی ہے جس سے پوری دنیا کے لوگ مستفید ہو سکتے ہیں۔ آپ ہزاروں کلومیٹر دور ہیں۔ بلکہ ایک برا عظم سے دوسرے، برا عظم میں بھی ہیں اُسی وقت رابطہ کر سکتے ہیں۔ یہ صلاحیتیں ہر انسان میں ہیں یہ خدا نیداد صلاحیتیں ہر انسان جب پیدا ہوتا ہے اُس میں ہوتی ہیں۔ لیکن کچھ معاشرے اپنے لوگوں کی صلاحیتوں کو polish کرتے

ہیں۔ اُن کی جو ہے۔ اُن کی اور تھوڑا سا کام کرتے ہیں اور یہ ہوتا ہے ایک قوم کی تغیر اور ترقی کا راز۔ باقی میں خاران یا رختان ڈویژن میں ایک یونیورسٹی کے قیام کی بات کرتا ہوں۔ گوکہ بلوچستان کے اندر جو اس وقت جو یونیورسٹیاں ہیں یا یونیورسٹیوں campuses ہیں اُن کی حالت بھی بہت خستہ ہے۔ اُن کو بھی وہ سہولیات میسر نہیں ہیں۔ نصیب صاحب آپ ذرا بیجوکیشن کے حوالے سے تھوڑا سا اگر سن لیں۔ تو جو بلوچستان کے جو کالجز ہیں یونیورسٹیاں ہیں۔ یونیورسٹیوں کے campuses ہیں ان کی سب کی خستہ حالی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تعلیم کسی بھی حکومت کی ترجیح نہیں رہی۔ اور ہم نے کبھی محسوس بھی نہیں کیا کہ ہمیں تیل کی ذخائر سے زیادہ لیگس کے ذخائز سے زیادہ تعلیم یافتہ قبل اور ہمندن جو ان پیسے کما کر دے سکتے ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے رکھوں۔ خیرپختونخواہ ہم سے زیادہ جنگ زده علاقہ، ایک لاکھ square kilometer پر مشتمل ہیں خیرپختونخواہ۔ اس سے پہلے جب فٹا اس میں شامل نہیں تھا تو خیرپختونخواہ کا رقبہ 72 ہزار kilometers تھا۔ یعنی رختان ڈویژن کے جتنا ہے خیرپختونخواہ اُس میں یہ سارے فٹا کے علاقے شامل کیے۔ اس وقت رختان ڈویژن۔ نوشکی، چاغی، واشک اور ڈویٹن ہیڈ کوارٹر خاران۔ یہ تو تاریخی علاقے ہیں۔ سرحدی علاقے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ یہ بلوچستان کا تیسرا حصہ بنتا ہے اپنے رقبے کے لحاظ سے ایک لاکھ square kilometer پر مشتمل ہیں۔ بدلتی سے ہم نے کبھی یہ توجہ نہیں دی اگر ہم تعلیم پر توجہ دیتے تو آج بلوچستان کے نوجوان جو ماہی کاشکار اور محرومی کاشکار ہیں یا آج شاید Middle East میں بہت اچھی position پر ہو کر اپنے لیے بھی ایک خوشحال زندگی گزارتا اور اپنے خاندان والوں کے لیے بھی گزار سکتا تھا وہ بلوچستان کی تغیر و ترقی میں کردار ادا کر سکتا تھا ہم نے اُس کی رہنمائی نہیں کی۔ ہم نے وہ ادارے نہیں بنائیں ہیں جہاں اُس کی ذہین سازی اُس کی ہمندی اُس کے skills کو develop کو کیا جائے تو میں خیرپختونخواہ کا ذکر اس لیے کر رہا تھا فناں مفسر صاحب کے لیے یہ بھی بہت interesting ہو گئی یہ ساری چیزیں related ہیں وسائل کے ساتھ۔ آج سے 20 سال قبل خیرپختونخواہ پاکستان کی آبادی کا 12% حصہ بنتا ہیں تو جو ابھی foreign human development report آئی ہے اُس میں خیرپختونخواہ جو remittances جس کو ترسیلات زرکھتے ہیں۔ یعنی خیرپختونخواہ نے اپنے نوجوانوں کی تعلیمی صلاحیت پر اتنی توجہ دی۔ آج پاکستان کے 26% remittances یعنی اُس کی 26% پاکستان کی مکمل ترسیلات زر و خیرپختونخواہ کا ہمندن جو ان وہ باہر یہ وہ دنیا سے بھیجا ہے۔ دمڑ صاحب توجہ نہیں دے رہے ہیں لیکن بہت interesting subject ہیں آپ اگر سن لیں۔ فناں میں آپ کو بہت کام آئیگا ایمانداری سے۔ اس وقت

بلوچستان کے جو foreign remittances پیسے ہیں۔ بلوچستان کے جو foreign remittances ہیں آج سے 15 سال پہلے بلوچستان کے foreign remittances 6% تھے اس کو کہتے ہیں ترسیلات زر۔ بجٹ صرف اسلام آباد کی خیرات کو نہیں کہتے۔ اس وقت بلوچستان کی جو foreign remittances ہیں حالیہ رپورٹ جو 2020 میں UNDP کی شائع ہوئی ہے بلوچستان کے جو foreign remittances ہیں ترسیلات زر ہیں۔ پیسے ہے دولت ہے جو آپ کے بلوچستان کے خزانوں میں آنی تھی بیکوں میں آنی تھی وہ ایک فیصد سے بھی بچھ آگیا ہے کیسے صوبہ ترقی کریگا۔ جب آپ کے پاس انسانی وسائل نہیں ہیں وہ پیسے کماتے نہیں ہیں اُن کے پاس ہنرنیں ہیں وہ باہر سے کچھ بچھ نہیں سکتے۔ جانیں سکتے یہ بوجھ بڑھتا جائیگا۔ آج آپ فناں منشر ہے تاریخ میں جو ہے آہستہ آہستہ کہا جائیگا کہ تاریخ میں فناں میں یہ جوانقلابات آئے ہیں اس شخص کی وجہ سے آئے ہیں تو اسی لیے جب تعلیم کے شعبے میں انقلاب آیا گا وہ خزانے کے شعبے کو فائدہ دے گا۔ وہ اس ملک کی اس صوبے کی دولت میں اضافہ کرے گا اس صوبے کی خوشحالی میں اضافہ کرے گا یہ ساری چیزیں ایک دوسرے کے link ہیں کیونکہ جب ہم یونیورسٹیوں کے قیام کی بات کریں ہو سکتا ہے فناں منستر کہیں گے کہ ہمارے پاس تو بجٹ نہیں ہے ہم کیوں نئی یونیورسٹیاں بنائیں۔ اب خیرپختوانخواہ نے اپنی سب سے زیادہ investment کی۔ 12 فیصد اس کی آبادی ہے پاکستان کے ترسیلات زر کا 26 فیصد آتا ہے اور جب بلوچستان میں بھی ایک فیصد آ رہا ہے وہ پہلے ہم بلوچ آتے تھے بھیڑ، بکریاں چراتے تھے۔ کنویں کھودتے تھے یا اونٹ چراتے تھے Middle East میں اب وہ کام بھی ختم ہو گیا اب تو اونٹ چرانے کے لیے بھی کمپیوٹر کا استعمال ہوتا ہے رو بولٹس کا استعمال ہوتا ہے۔ کنویں کھونے کے لیے مشینیں آگئی ہیں بھیڑ، بکریاں چرانے کے لیے انہوں نے اور قسم کے ایجادات کر لیے ہیں تو ہم جو بلوچستان کا بلوچ جب ہمارے لیے basket ہوا کرتا تھا خاران کا چاٹی کا واشک کا۔ ہمارے مکران کا۔ وہ بھی اب ہمارے ساتھ نہیں رہا۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کی skills پر توجہ دینی چاہیے۔ ہر دوسرے دن ہم پر یہ الزام لگتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ملازمتیں نہیں دے پاتے ہیں۔ کیا میں اتنی ملازمتیں create کر سکتے ہیں؟ کیا آپ ہر ڈیپارٹمنٹ میں اتنی ملازمتیں create کر سکتے ہیں؟ صرف خاران میں اس وقت بیروزگار نوجوانوں کی تعداد 9،10 ہزار سے زیادہ ہے۔ اب کون ان کو اتنی ملازمتیں آپ حکومتی sector میں create کر سکتے ہیں لیکن کبھی ہم نے

private sector میں تو جناب والا! نصیب اللہ صاحب میری آپ سے گزارش ہے کہ جو رخشنan یونیورسٹی ہے سارا اون یونیورسٹی کی قرارداد بھی اپنا مطالبه بھی نواب رئیسانی صاحب کر چکے ہیں۔ جو رخشنan یونیورسٹی ہے اُس کو ہم design کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اُس میں وہ ٹینکنالوجیز وہ سمجھیں پڑھائیں یہ نہیں پڑھائیں۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ اُس میں BA پڑھائیں انگلش پڑھائیں MA پڑھائیں political science پڑھائیں بلوچستان میں اس وقت جو محکموں میں جن subjects میں آپ کے پاس شخص نہیں ہیں capacity building کا بہت بڑا issue ہیں اور digital communication sector کے transport sector کے IT sector کے 15 سال ہیں کہ 20 سال ہیں۔ ہم نے 1500 ایکٹر ہم نے مختص کیا ہے خاران واحد ڈسٹرک ہے 1500 ایکٹر مختص کیا ہے ہم نے یونیورسٹی کے لیے۔ لہذا رخشنan یونیورسٹی قائم کر کے ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ وہ ہزاروں کی تعداد پر اُس میں نوجوان شامل ہوں۔ لیکن کم از کم ایک یونیورسٹی بنائیں۔ جس میں کم سے کم 15 سے 20 ایسے شعبے متعارف کرائیں جو بلوچستان کی کسی یونیورسٹی میں بھی نہیں ہیں۔ اور ان کے لیے باقاعدہ study کریں کہ وہ شعبوں میں پڑھنے والے نوجوان نہ صرف بلوچستان کے معاشری اور معاشرتی حالات کو تبدیل کر سکتے ہیں بلکہ وہ foreign remittances کا ذریعہ بن کر آپ کے لیے human resource ہے۔ بھی یہ آپ کے لیے National remittance ہے۔ اسی لیے اس کے پاس وہ skills نہیں ہیں ہم نے وہ develop ہی نہیں کیا ہے۔ تو لہذا کر سکتا۔ اسی لیے اس کے درجہ ملازamt کر سکیں۔ اب تو ہمارا پڑھا لکھا نوجوان اپنے ضلع سے باہر جا کر نوکری نہیں جناب والا! یہ ہمارا vision ہے ہماری خواہش ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے نوجوان بھائی وزیر تعلیم نصیب اللہ مری صاحب۔ میرے نوجوان وزیر دمڑ صاحب وہ اپنے خزانے کا دروازہ کھولیں۔ نصیب اللہ مری صاحب اپنے دل اور جگہ کے دروازے کھول دیں۔ حاجی زاد صاحب ابھی گرام قریر کریں گے واشک کے حالات پر۔ لہذا رخشنan یونیورسٹی کا قیام آنے والی PSDP میں اعلیٰ بنیاد اور purpose کو یقینی بنایا جائے اور اُس میں جو بھی شعبے متعارف کروائیں گے ہم سب وہاں جائیں اور پوری دنیا کو

دکھائیں کہ جن شعبوں میں علم کی ہنر کی کمی ہے۔ وہ انشاء اللہ خاران جیسا زرخیز ضلع وہ انشاء اللہ آنے والے 50 یا 100 سالوں میں بلوچستان کو ان تمام شعبوں میں وہ ہنر اور علم دیدے گا جن کی ہمیں کمی ہے۔
شکریہ جناب اپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اپیکر: جی دمڑ صاحب جی جی۔

حاجی نور محمد مژر (وزیر ملکہ خزانہ): جناب اپیکر صاحب! ثناء صاحب کی قرارداد پر آپ تھوڑی سی اجازت دیں گے۔

جناب ڈپٹی اپیکر: جی دمڑ صاحب جی جی۔

وزیر ملکہ خزانہ: جناب اپیکر اول تو یہ ہے کہ قرارداد کی حمایت کرتا ہوں وہ اس لئے کہ بلوچستان ایک پسمندہ صوبہ ہے اور بلوچستان میں تعلیم کی جو شرح ہے یقیناً اور صوبوں کی بہت بہت کم ہے۔ ان کی بنیادی وجہ شاید یہی بھی ہو گا کہ رقبہ بہت زیادہ ہے لوگ afford نہیں کر سکتے۔ کہ ایک کالج تک یا یونیورسٹی تک جا کے اپنی study جاری رکھ سکے۔ تو اسی طرح ہو گا کہ ہر شہر میں کالج ہو ہر ڈسٹرکٹ میں یونیورسٹی ہو اور تعلیم کا ایک نیٹ ورک پھیل جائے تو شاید ہماری یہ یقینی پسمندگی اسی طرح دور ہو سکے۔ ان کی تو میں حمایت کرتا ہوں ساتھ ساتھ میں یہ request تمام ایوان سے کرتا ہوں کہ یہ قرارداد ایک متفقہ قرارداد بنادیں میرے حلقة زیارت ہر نائی اور اسی طرح آپ کے موئی خیل اور کوہلو جہاں جہاں مجھے پڑے ہے ڈکی اور مسلم باغ قلعہ سیف اللہ اس belt میں بھی اس طرح کی بہت سی شہروں کی جہاں جہاں یونیورسٹی نہیں ہے تو میں یہ request کرتا ہوں کہ اس قرارداد میں ان شہروں کا بھی نام ڈال دیں یہاں پر بھی یونیورسٹی کی branches یا مکمل یونیورسٹی کھول دی جائیں۔ یقیناً پیسہ بجٹ اگر ہمارا خرچ ہوتا ہے اس طرح چیزوں پر اگر خرچ ہو جائے تو یہ ہمارا مستقبل ہے یہ ہمارے صوبے کی مستقبل ہے یہ ہمارے صوبے کے نوجانوں کا مستقبل ہے تو اس پر میں ثناء بھائی کے ساتھ ہوں اور ساتھ ساتھ یہ request ضرور ہے کہ اس قرارداد کو متفقہ قرارداد اسمبلی کی مشترکہ قرارداد بنائے کے آنے والے ان تمام جہاں یونیورسٹی نہیں ہے وہاں بھی یونیورسٹی بنائی جائے۔

جناب زايد علی ریکی: اسی قرارداد پر آگر آپ اجازت دے دیں۔

جناب اسپیکر: مختصر بات کریں۔

جناب زايد علی رکیبی: مختصر بات کرتے ہیں جناب اسپیکر! سردار صاحب حاضر ہے انشاء اللہ۔
جناب اسپیکر صاحب! یہ رخشن ڈویژن ہمارے شاء بھائی نے قرارداد لایا ہے۔ رخشن ڈویژن اس time میں کہتا ہوں بلوچستان میں رقبے کے حوالے سے رخشن ڈویژن سب سے بڑا ہے اور پسمندہ ڈسٹرکٹس میں بھی رخشن ڈویژن اُس میں شامل ہے خاص طور پر آپ کا واشک ہے، خاران ہے چاغی ہے اور نوشکی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب آپ بھی کوشش کریں ہمارے وزیروں کے ساتھ اس رخشن ڈویژن کا دورہ بھی کریں خاران میں آ کر آپ دیکھ لیں کہ یہ ڈویژن ابھی تین چار سال ہوتے ہیں یہ رخشن ڈویژن ابھی آیا مسئلے رخشن ڈویژن کے بہت سے ہیں اور خاص طور پر ایک یونیورسٹی خاران میں بھی ہونی چاہئے ہمارے آس پاس کے جو ڈسٹرکٹ ہیں۔ وہاں کے ہمارے سارے اسمودُنُس وغیرہ آجائیں وہاں پڑھائی کیلئے اپنا، دوسرا بھی تک جو پوٹھیں آتی ہیں ہمارے اخباروں میں قلات ڈویژن کے نام پر آرہی ہیں۔ تو برائے مہربانی جناب اسپیکر صاحب! قلات ڈویژن ابھی تک یہ رخشن ڈویژن کا بھی تک فعال نہیں کیا ہوا ہے جتنی پوٹھیں آرہی ہیں یہ قلات ڈویژن میں آرہی ہیں۔ یہ بھی مسئلہ میں اسمبلی فور میں ہمارے منظر زوغیرہ بھی بیٹھے ہیں یہ مسئلہ بھی حل کریں اور رخشن ڈویژن میں دو مالک کے بارڈر لگ رہے ہیں ایک افغانستان لگ رہا ہے دوسرا آپ کا جو ماٹکیل ہے ایران لگ رہا ہے۔ وہاں روزگار کا یہی بارڈری حوالہ ہے۔ کچھ جگہ میں بند ہے کچھ جگہ میں کھلا ہوا ہے یہ رخشن ڈویژن کی یہ جو قرارداد ہمارے شاء بھائی لائے ہیں ہمارے تمام دوست فاضل بیٹھے ہیں سب اس قرارداد کو منظور کریں اور اس میں جناب اسپیکر صاحب! شاء بھائی بھی بیٹھے ہیں اس میں میرا نام بھی اس میں شامل کریں کیونکہ واشک میں، میں بھی اس رخشن ڈویژن ڈسٹرکٹ واشک میں آتا ہوں باقی ہمارے باور حیم صاحب یہاں نہیں ہیں عارف حسنی صاحب! بھی یہاں نہیں ہیں تو یہ قرارداد میں سب دوستوں سے کہتا ہوں کہ پاس بھی کر لیں۔
شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ رکی صاحب۔ آیا قرارداد نمبر 138 منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 138 منظور ہوئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب نصراللہ خان زیرے صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر 139 پیش کریں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر صاحب۔ قرارداد نمبر 139۔ ہرگاہ کہ صوبے کے سابق قبائلی اضلاع 15 سال کیلئے مختلف ٹیکسٹز سے exempt قرار دیئے گئے تھے۔ مگر اب exempt شدہ ٹیکسٹ دوبارہ لئے جا رہے ہیں جس سے سابق قبائلی اضلاع کے عوام سخت اضطراب میں بیٹلا ہیں۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ exempt شدہ ٹیکسٹ وعدے کے مطابق 2032ء تک ختم کرنے اور ساتھ ہی وفاقی حکومت سے رجوع کیا جائے کہ وہ بھی سابق قبائلی اضلاع میں ٹیکسٹ کے خاتمے کی بات ضروری اقدامات اٹھانے کو یقینی بنائے۔ تاکہ سابق قبائلی اضلاع کے عوام میں پائی جانے والی بے چینی اور احساس محرومی کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد پیش ہوئی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: thank you جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! جب فیڈرل کرنے کیلئے ایک کمیٹی بنائی گئی سرتاج عزیز صاحب اُس کمیٹی نے فٹا اصلاحات کے نام سے ایک کمیٹی بنائی۔ اُس کمیٹی نے فٹا کے مختلف areas ہیں اچھنسی ہے شمالی وزیرستان، جنوبی وزیرستان، مہمند اور اس طرح گرم اچھنسی مختلف جو قبائلی علاقوں ہیں ان کا دورہ کیا گیا۔ اور ان جرگوں میں اکثریت عوام نے فٹا کے انضمام کو نہیں مانا۔ فٹا کے انضمام کو مسٹر دیکیں 31 مئی 2018 کو زبردستی فٹا کی جو اچھنسیاں ہیں ان کو خیر پختونخوا میں خصم کیا گیا اور اُس کے ساتھ یہاں ہمارے جو قبائلی اضلاع تھے جن میں پورا آپ کا ثواب ڈویژن اُس کے ڈسٹرکٹس قلعہ سیف اللہ، ثواب، شیرانی، موئی خیل، بارکھان، کوہلو، ڈیرہ بکٹی باقی اس طرف نوٹکی یہ 16 ایسے اضلاع تھے جو ماضی میں برٹش بلوچستان کا حصہ تھے اور پھر قبائلی اضلاع تھے اور لکھا جاتا تھا T A لورالائی ٹرائبل ایریا ZBT کو ہلو ٹرائبل ایریا تھے۔ ان علاقوں میں ٹیکس کا کوئی سسٹم وہاں نافذ نہیں تھا لیکن فٹا کو خصم کرنے کی غلطی جن پارٹیوں نے کی۔ حالانکہ اُس وقت پشتونخواہ ملی عوامی پارٹی نے جمعیت علماء اسلام نے مولانا صاحب نے محمود خان اچنڑی نے باقی پارٹیوں نے اور خود فٹا کے عوام نے اس فیصلے کو مسٹر دیکیا کہ فٹا کو خیر پختونخواہ میں خصم کیا جائے لیکن اُس کے خصم کرنے کے

ساتھ ساتھ ہمارے قبائلی علاقوں کے جن کا میں نے نام لیا ان کی حیثیت بھی ختم کی گئی۔ لیکن پھر بعد میں سرتاج عزیز کی جو کمیٹی تھی اصلاحات reforms کمیٹی اُس نے فیصلہ کیا کہ ان اضلاع مالاکنڈ کے ساتھ ہمارے جو اضلاع ہیں جو ڈوب ڈویژن آپ کا پورا اُس میں شامل ہے اور سبی ڈویژن کے آپ کا کوہلو اور ڈیرہ بکھڑی اور نوشکی وغیرہ علاقے جو برش بلوچستان کا حصہ تھے وہ علاقے وہ قبائلی علاقے ان ٹیکسیز سے exempt قرار دیئے گئے تھے اور وعدہ کیا گیا تھا کہ این ایف سی ایوارڈ میں ان کیلئے تین فیصد الگ طور پر رکھا جائے گا اور ان قبائلی علاقوں کیلئے سالانہ ایک سوارب روپے رکھے جائیں گے لیکن حکومت نے ایک بھی وعدہ پورا نہیں کیا اور آج ڈوب ڈویژن کے اور جن جن اضلاع کے میں نے نام لیے ان کے عوام سراپا احتجاج ہیں اور جناب اسپیکر! اور ان سے تمام جتنے بھی وہاں ٹیکس ایکسا نہ ڈیوٹی ٹیکس ہے آپ کا جو پر اپر ٹیکس ہے ان سے لیا جا رہا ہے تو اس وقت ڈوب ڈویژن میں قلعہ سیف اللہ میں آپ کے شیرانی میں موئی خیل میں باقی جو علاقے ہیں ان میں ہڑتا لیں ہیں وہاں دکانداروں نے ہڑتاں کی ہے یہاں کوئی آئے تھے یہاں سیاسی پارٹیوں کے لوگوں کو بلا یا تھا کہ ہم سے جو وعدہ کیا گیا تھا کہ یہاں اتنے سالوں میں یہ ٹیکس نہیں ہو گا۔ جناب اسپیکر! جس طرح بتایا گیا کہ یہاں صنعت ہیں۔ ہماری بملی ٹیکسٹائل مل تھی اس کو بھی ختم کیا گیا۔ ہر نانی و دلن مل تھی اُس میں مل کو ختم کیا گیا۔ سریا ب مل تھی اُس مل کو ختم کر دیا گیا اور ہوا یہ کہ جو ڈریک 1919ء میں آج سے 103 سال قبل انگریز نے کوئی بوستان سے ڈوب تک ریلوے لائن بچھائی تھی اُس ریلوے لائن کو ختم کیا گیا۔ حالانکہ منصوبہ یہ تھا کہ پشاور سے ٹانک تک ریلوے اور ٹانک سے ڈوب تک ریلوے آئی تھی اُس کو broad gate بنانا تھا ریلوے کو لیکن وہ بھی ختم کیا گیا۔ ہماری صنعت کو ختم کیا گیا۔ اور ہمارے عوام کا جودا و مدار ہے زراعت والا یوٹاک وہ زراعت آپ کو پہتہ ہے۔ اور لا یوٹاک آپ کے ضلع کا سب سے بڑا آمدن کا ذریعہ تھا وہاں موئی خیل میں لا یوٹاک جس کے پاس ایک ہزار بھیڑ بکریاں ہوا کرتی تھیں آج وہ ختم ہو گئیں لوگ بھوک و فلاں سے مر رہے ہیں اور بجا اس کے وفاقی حکومت ان اضلاع کو مراعات دیتی۔ ان اضلاع میں کام کرتے انہوں نے یہ کیا کہ ان پر یہ ٹیکسز جو مسٹنی قرار دیئے گئے تھے جس کو انتہی حاصل تھا۔ جس کا وعدہ وفاقی حکومت سرتاج عزیز کی اصلاحات کمیٹی نے کی تھی۔ آج اُس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور پر اپر ٹیکس ڈوب ڈویژن اور باقی جو

ٹرائل اریاڑ تھے اُن سے پر اپنی ٹیکس باقی vehicle tax، ایکسائز ٹیکس اور باقی ٹیکسز وہ زبردستی وصول کر رہے ہیں حالانکہ وہاں کوئی آپ نے انفرائلچر نہیں بنایا۔ وہاں پر زندگی کی کوئی سہولت آپ نے نہیں دی ہے اور آج آپ ٹیکسز لے رہے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں جناب اسپیکر! ہاؤس سے گزارش ہے کہ یہ قرارداد منظور کی جائے کیونکہ یہ عوام کی آواز ہے کہ ہمارے اوپر ان ٹیکسوں کا خاتمہ کیا جائے جو غیر قانونی اور غیر آئینی ہیں۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی مولوی نور اللہ صاحب۔

مولوی نور اللہ: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر! جو قرارداد نصر اللہ خان زیرے صاحب نے پیش کی۔ اس سے بلوچستان کے مختلف اضلاع خاص کر ثوب ڈویژن اور بلوچستان کے مختلف 16 اضلاع متاثر ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں روزگار کے موقع نہیں ہیں، نہ کوئی صنعت ہے نہ زراعت ہے لا یو شاک کیلئے جو بارشیں اللہ تعالیٰ بر ساتا ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہمارے بد اعمالیوں کی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے۔ تین سالوں سے 2018 سے لیکر آج کے دن تک روزگار کے حوالے سے ہمارا یہ عالم ہے کہ میرے ضلع میں کوئی بھرتی نہیں ہوئی ہے۔ آج کے سوالوں میں ایک سوال ہے جس کا جواب دیا گیا ہے ملک نصیر احمد شاہوںی صاحب نے ایک سوال کیا تھا فرم پر، 434 نمبر سوال۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولوی صاحب! میرے خیال سے ایک بار قرارداد۔۔۔

سید عزیز اللہ آغا: میں اس قرارداد کے حوالے سے ایک حوالہ دینا چاہتا ہوں، تو سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ تفصیل کیسا تھا، لیکن اس جواب میں اس ذمہ دار فرم پر جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ اس سوال کے متاثرین میرے ضلع سے تعلق رکھنے والے دو اشخاص جن کا نام ہے۔ اسرار اللہ ولد محمد ولی سب انجینئر کیلئے جواب میں 35 وال نمبر ہے۔ اور اسی طرح دوسرا شخص فیض الرحمن ولد حاجی شاکر اللہ ان کا تعلق قلعہ سیف اللہ سے ہے یہ ہمارے کمرے میں اب بھی موجود ہے۔ اس حوالے سے میرے پاس آئے تھے کہ ہم نے رونگ کے مطابق درخواست دے کے ٹیکس اور امڑوی پاس کر کے۔ دمڑ صاحب چلے گئے۔ پی ایچ ای میں بحثیت سب انجینئر 28 دسمبر 2020 کو ہماری تقری ہوئی، پھر 2 اگست 2021 کو ہمیں دوبارہ terminate کر دیا گیا۔ یہ صرف دونوں کی بات نہیں ہے 35 بندے نوکری سے نکال دیے گئے۔ تو

ہم نے عدالت عالیہ سے رجوع کیا، عدالت عالیہ نے ہمارے کیس کو سروں ٹریبیول مفتقل کیا۔ اور ہماری آئندہ پیشی سروں ٹریبیول میں 24 مارچ کو تاریخ متعین ہے ہوگی۔ جبکہ اس ذمہ دار فرم پر اس حوالے سے یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کی تقریبی ہوئی ہے اور یہ جواب جمع کیا ہے چیف انجینئر south پبلک ہیلٹھ انجینئرنگ۔ اگر یہ جواب درست ہے حقائق پرمنی ہے اور ہمارے چیف انجینئر صاحب سچائی پرمنی ہے تحریری جواب بیہاں جمع کر چکا ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پھر عدالتوں میں ان جوانوں کو کیوں گھسیٹا جا رہا ہے۔ دو بندوں کو پورے ڈسٹرکٹ میں دو ملازمتیں نوجوان پیروز گار کو دے کے واپس چھیننا اور یہی عالم ہے کہ 2019 میں پورے بلوچستان کے 36 اضلاع میں یوں زور فورس کے لئے مختلف اشخاص کو بھرتی کیا گیا میرے ضلع قلعہ سیف اللہ کے 180 نوجوان ملازمتوں کے لئے ہزاروں کے حساب سے انڑو یو دے کر ٹیکٹ دے کر آج تک ان کی تقریبی القوا میں پڑی ہوئی ہے۔ آج اس حوالے سے میں ہوم سیکرٹری بلوچستان اور پنپل سیکرٹری سی ایم صاحب، ڈی جی صاحب اور آج کی یہ کارگزاری نہیں ہے اس فورم پر میں نے کئی بار اس حوالے سے اظہار خیال کر چکا ہوں کوئی سننے والا نہیں کوئی جواب دینے والا نہیں ہے، ملازمتیں نہیں ہیں روزگار نہیں ہیں صنعت نہیں ہے زراعت پانی نہ ہونے کی وجہ سے۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولوی صاحب قرارداد کی طرف آتے ہیں میرے خیال سے۔۔۔

مولوی نور اللہ: میں آتا ہوں اور اسکے برعکس کہ ہمیں روزگار ملتا معاشری موقع ملئے معاشی موقع کو چھین لیا جا رہا ہے۔ یہیں مسلط کر کے کہاں سے یہیں لوگ دیں گے جب زرارت، لا یو شاک، تجارت، ملازمت، حرفت، صنعت کوئی چیز وجود نہ رکھتی ہو تو پھر لوگ چوری کریں گے قتل کریں گے میں اس قرارداد کے حوالے سے یہ حمایت تو کرتا ہوں بلکہ احتجاج کی حد تک میں اس کے خلاف ہتریک چلانے کے لئے بھی تیار ہوں۔ درخواست ہے اس فورم پر دست بدستہ گزارش ہے ارباب اختیار سے پا ٹیس ساز اداروں سے کہ ہمارے اوپر زبردستی دہشت گردی مسلط کرنے اور دہشت گردی کو پروان چڑھانے اور اسکے لئے نوجوانوں کو مجبور کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ میں تائید کرتا ہوں پر زور الفاظ میں ہمارے غریب عوام ہیں بعض حضرات کا صرف پانچ کروں کا صرف ایک چھوٹا سا گھر ہے وہ نیشنل ہائی وے اس بنیاد پر اسکی زمین اور گھر کو منہدم کر کے نیشنل ہائی وے بنانے کیلئے ان کو زمین چاہیے اور وہ زمین کیسی ایک روپیہ کا چھٹ

ز میں مقرر کی۔ جاؤ آپ پنجاب میں دیکھیں جناب اسپیکر! وہاں کا ایک فٹ سر کاری نیشنل ہائی وے اور دیگر سپورٹس کمپلیکس کے لئے ہمارے عبدالخالق ہزارہ صاحب نہیں ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ جب منشہ صاحب نے کہا کہ ہمیں پچاس سے پچس تک ایکڑ درکار ہے سپورٹس کمپلیکس بنانے کے لئے ضلع قلعہ سیف اللہ میں۔ لیکن ز میں مفت دینی ہو گی۔ کان مہتر زئی قلعہ سیف اللہ کی باونڈری سے لیکر جو پیشین سے ملتا ہے یہاں سے لیکر سوڑا پل تک جو ثروت کی سرحد ڈوب اور قلعہ سیف اللہ کی سرحد ہے وہاں تک صرف ایک ارب روپیہ رکھے ہیں۔ گھروں کے لئے عمارتوں کے لئے درختوں کے لئے زمینوں کے لئے اور فٹ چھروں پے ہم نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں یہ روڈ نہیں چاہیے ہم انٹوں پر سفر کریں گے گدھوں پر سفر کریں گے لیکن یہ گاڑی مجھے نہیں چاہیے اگر ہم بھوک سے مرتے ہیں اور لوگ ہماری زمینوں پر ہموار روڈ بنانے کے اور مزے اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمارے لئے احتجاج کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، میں اس قرارداد کے حوالے سے احتجاج کرنے کے لئے بھی آادہ اور قرارداد کی حمایت پر زور الفاظ میں کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مولوی صاحب،

جناب ڈپٹی اسپیکر: کوئی اور توبات نہیں کرنا چاہتا ہے قرارداد سے متعلق؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا قرارداد نمبر 139 منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد نمبر 139 منظور ہوئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب آپ نے بہت با تین کیس ہیں آج ملک نصیر شاہوانی صاحب بات کر لیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر صاحب! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں ملکہ زراعت ایگر یکلچر ڈیپارٹمنٹ میں جو ریسرچ کا جو شعبہ ہے اس میں وہاں بھرتی ہونے والے ملازمین جو نچلے درجے کے ملازمین ہیں جس میں فیلڈ اسٹینٹ، کلرک ان کے لئے ایک کوٹہ رکھا گیا تھا دس پرسنٹ وہ جا کے چھٹی پر ایم ایس سی ایگر یکلچر یابی ایس سی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایوان میں موبائل استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: ایگر یکلچر کے حوالے سے کسی زرعی یونیورسٹی میں تعلیم بھی کر لیتے تھے اس کے

بعد پھر انگلی پر موشن ہوتی تھی دس پرسنٹ ان کا کوٹھہ تھا اسی دوران جناب اپیکر صاحب ان میں 21 افراد ایسے ہیں جنہوں نے جا کے ٹنڈو جام یونیورسٹی سے بلوچستان ایگر لیکچر یونیورسٹی سے انہوں نے بی ایس سی آئز زبھی کیا اور ساتھ ہی ایکٹنگ چارج پر انہوں نے ایگر لیکچر ریسرچ میں انگلی پوسٹنگ بھی ہوئی۔ لیکن اس وقت کے ڈی جی نے بیک جنپش قلم اس کو نئے کو ختم کر دیا اور جب یہ کوٹھہ ختم کر دیا تو یہ سارے لوگ متاثر ہوئے۔ وہ ہمارے پاس آئے ہم نے اسمبلی میں پوائنٹ آف آرڈر پر اس پر بات بھی کی اور جناب اپیکر صاحب! اسکے بعد آپ نے اس مسئلے کو جو سٹینڈنگ کمیٹی ہے ایگر لیکچر کی آپ نے اس کو بھیج دیا ہماری سٹینڈنگ کمیٹی نے وہاں پر فیصلہ کیا کہ یہ جو اکیس افراد ہیں جن کو باقاعدہ پڑھنے کی اجازت بھی دی گئی تھی اور اس دوران انہوں نے جا کے تعلیم بھی مکمل کی اور پھر ان کی ایکٹنگ چارج پر یہاں پر ملازمتیں بھی دیں۔ تو اور نہیں اگر اس دس پرسنٹ کو ختم کرتے ہو کم از کم ان اکیس افراد کو تو پر موشن once time دے دی جائے تاکہ یہ چار سال، تین سال، پانچ سال تک انہوں نے جا کے کام بھی کیا اور ساتھ دو تین سال تک وہ باہر جا کر انہوں نے تعلیم بھی حاصل کی اور انہوں نے اپنا وقت بھی پیسے بھی سب کچھ تو یہ انکا حق بتتا ہے پھر یہ کیس ہماری سٹینڈنگ کمیٹی کے بعد سیکریٹری ایگر لیکچر کے پاس گیا انہوں نے رپورٹ باقاعدہ اس کی لے لی اور انہوں نے رپورٹ دے دی کہ ہمارے پاس ایسے اکیس پوسٹ ہیں کہ اگر onece time ان کو پر موشن دی جائے تو یہ ان کا حق بتتا ہے اور ان کو دے دیا جائے پھر وہاں سے ایس اینڈ جی اے ڈی چلی گئی انکی فائل جناب اپیکر صاحب ایس اینڈ جی اے ڈی نے بھی ان کے حق میں دے دیا کہ انکی پر موشن کی جائے۔ پھر یہ لا ڈیپارٹمنٹ میں چلا گیا لا ڈیپارٹمنٹ نے بھی کہا کہ اگر ان کو once time انکی ایک دفعہ پر موشن ہو سکتی ہے تو ان کو دے دیا جائے۔ پھر یہ لا ڈیپارٹمنٹ سے جناب اپیکر صاحب! چیف سیکرٹری کے پاس گئے چیف سیکرٹری نے بھی لکھ کر دے دیا اور اسکے بعد حال ہی میں سی ایم صاحب کے پاس گیا یہ تو سی ایم صاحب نے بھی باقاعدہ ان کو approve کیا کہ ان اکیس افراد کو جنہوں نے مختلف جب یہ کوٹھہ بحال تھا انہوں نے مختلف یونیورسٹیز میں ایگر لیکچر کی بی ایس سی ہائز کی ہے تو ان کو once time پر موشن دی جائے اب جب یہ کیس approve ہو کے سی ایم صاحب سے بھی آگئے اب دوبارہ سیکرٹری ایگر لیکچر کے پاس گیا اس نے اپنے اسی ڈی جی کو جو بہت پہلے بھی انہوں نے یہ کوٹھہ ختم

کیا تھا۔ اب دوبارہ وہاں پر انکی پوستنگ ہوئی ہے انہوں نے دوبارہ ہی مقصد ان ملازمین سے پتہ نہیں لگی کیوں نہیں بتتا۔ انہوں نے دوبارہ لکھا ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی پوست نہیں ہے ایک سلسلہ جناب اسپیکر! جو وہاں سے چلا ہے اسی ڈیپارٹمنٹ نے ان کو باقاعدہ وہاں سے ڈی جی آفس سے ہوتا ہوا سیکرٹری کے پاس تک گیا کہ ہمارے پاس پوٹھیں ہیں اور جب یہ وزیر اعلیٰ تک چلا گیا وزیر اعلیٰ چیف ایگزیکٹو ہیں جناب اسپیکر صاحب! اس نے اس کو approve بھی کیا ابھی آپ وزیر اعلیٰ کی approval کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ وہ پھر کس طرح کی اتحاری ہے نیچے پھر وہ ڈی جی کہتا ہے کہ ہمارے پاس پوٹھیں نہیں ہیں ایسی غلط رپورٹ بنانے کے تو میں کہتا ہوں کہ یہ اس ایون کی بھی تو ہیں ہے جس میں ہم نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہاں بات کی آپ نے اس مسئلے کو کمیٹی میں بھیجا۔ کمیٹی نے be may ان کی سفارش کی۔ جو ہماری اسٹینڈنگ کمیٹی ہے۔ پھر اسی ڈیپارٹمنٹ نے جو پہلے اسکی رپورٹ بنی ہے اسکے ڈیپارٹمنٹ نے ان کی سفارش کی۔ اس کے بعد یہ تمام جو قوانین تھے طریقہ کار تھا وہ باقاعدہ کامل ہو چکا ہے، تو آپ سے جناب اسپیکر صاحب! یہ گزارش ہے کہ آپ رو لگ دے دیں میں نے پہلی دفعہ بھی یہی کہا کہ آپ نے رو لگ دی اور اسی رو لگ دی کے حوالے سے یہ فائل سب نے ان کی سفارش کی ہے کہ ان کو once time چیف ایگزیکٹو ہے اس کے بعد دوبارہ اس کو الجھایا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاں جناب اسپیکر صاحب مسئلہ یہ ہے کہ لوگ اس طرح کی نالصافیوں پر جب آواز اٹھاتے ہیں روڑوں پر چلے جاتے ہیں بھوک ہر ہتال کی حد تک چلے جاتے ہیں اس کے بعد جب کوئی مسئلہ پیش آ جاتا ہے یا اسٹبلی کے سامنے آ جاتے ہیں پھر کمیٹی بنا کر ان کو سُنا جاتا ہے کہ ان کے مسئلے حل کیئے جائیں۔ تو ان کا geniune مسئلہ ہے جناب اسپیکر صاحب! وزیر اعلیٰ نے جب یہ فائل کر دی ختم اس کے بعد چیف ایگزیکٹو کے بعد کوئی ایسی authority نہیں ہے جو دوبارہ اس کو challenge کرے یا دوبارہ اس کو چلا یا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تو آپ کیا چاہتے ہیں ملک صاحب ان سے رپورٹ طلب کی جائے؟

ملک نصیر احمد شاہ وانی: میں چاہتا ہوں کچیف ایگزیکٹو وہ اس پورے بلوچستان کا سربراہ ہے اس نے جب یہ approve کیا ہے اس کے بعد پھر دوبارہ یہ DG کے بجائے ان کو سیکرٹری کے پاس جانا چاہیے اور سیکرٹری کو ان کے orders کر دینے چاہئیں۔ کیونکہ یہ فائل DG ہی سے

process ہوتے ہوئے اور تک چیف سیکرٹری، وزیر اعلیٰ تک گئی ہے، دوبارہ ان کو خواہ مخواہ جناب اسپیکر! کسی کو الجھانا کسی کام میں تو یہ ایک دن یہی آپ کے سامنے آجائیں گے جس طرح یہ C&W والے تھے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ابھی ان سے رپورٹ طلب کریں، کیا کریں آپ کیا کہتے ہیں؟

ملک نصیر احمد شاہ وانی: اُن کو سر! آپ سی ایم صاحب نے جب ان کی فائل approve کی ہے تو جب اُس کے بعد اُس کی کیا پوزیشن بنتی ہے کہ وہ دوبارہ DG کو۔ تو آپ اُن کو کم از کم بُلا نہیں یہاں پر ہماری جو کمیٹی ہے اُن کے پاس آپ سیکرٹری کو بُلا نہیں یا اُن کے مفسٹر سے کہ جب یہ فائل آپ ہی سے process ہوتے ہوئے وہاں تک گئی اُس کے بعد دوبارہ وہاں جانے کی ضرورت کیا ہے جب سی ایم نے اس کو approval دی۔ یہی DG Office نے بھی کہا ہمارے ساتھ 21 پوٹھیں ہیں اور ان کی promotion ایک دفعہ چاہیے۔ اور انہوں نے یہاں پر تین سال تک۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ان سے رپورٹ منگوایتے ہیں ملک صاحب! میرے خیال سے۔

ملک نصیر احمد شاہ وانی: سر! آپ ایک رولنگ دے دیں کہ چیف ایگزیکٹو کی منظوری کے بعد کون سا کوئی ادارہ ہے جو اس کو دوبارہ review کرتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تو یہی رپورٹ میں ہم لوگوں نے ساری detail ان سے منگوانا ہوگی۔

ملک نصیر احمد شاہ وانی: جو بھی ہے آپ اس کو جلد از جلد وہ کر لیں۔ جناب اسپیکر صاحب یہ گزشتہ آٹھ نو مہینے سے ایسے ہی میرے خیال میں کبھی یہ فائل آگے جاتی ہے، اب جب چیف ایگزیکٹو تک گئی وزیر اعلیٰ نے اس کی approval دے دی چیف سیکرٹری نے اُن کے حق میں وہ کیا، law division نے بھی لکھا ہے کہ یہ اُن کا حق بنتا ہے اُن کو دے دیا جائے، سیکرٹری صاحب نے بھی، S&GAD کی بھی یہی رپورٹ ہے اُن کو مل گیا اگر وہ 10% کوٹھہ وہ اُس وقت آیا جب ان کی اُس وقت تک بحال تھی، ان کی acting position تھی کہ وہ 17 پر کام کر رہے تھے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے یہ لوگ جو اس پر محکمہ جو ہے بلوچستان صوبائی کورپورٹ پیش کرے کہ چیف ایگزیکٹو نے اس پر کیا remarks دیئے ہیں اور سیکرٹری لاء نے اس پر کیا remarks دیئے

ہیں۔ شکریہ ملک صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ ہماری شکایات رہی ہیں ہم روناروئے ہیں صوبے کے عوام ہر لحاظ سے۔ ہمارے بچے اسٹوڈنٹس پنجاب میں پڑھتے ہیں۔ ان کو ما را پیٹا جاتا ہے۔ پر لیں کلب اسلام آباد کا واقعہ دیکھیں پنجاب یونیورسٹی کا واقعہ دیکھیں، جناب اسپیکر اب کل ہی آپ دیکھیں کہ ایک عدالت نے نیچے کی انسداد دہشتگردی عدالت نے محض ایک تقریر کرنے پر قاضی طاہر مسعود کو عمر بھر کی سزا سنائی ہے۔ جناب اسپیکر یہ کتنا بڑا سوال ہے کہ راؤ انوار نے کراچی میں 444 کا مارائے عدالت قتل کیا ہے، وہ بندہ آج تک ایک دن کے لیے بھی اُس کو ہتھری نہیں لگی راؤ انوار کو۔ اور جس بندے نے محض تقریر کی ہے جس کی آزادی ہمیں پاکستان کا آئینہ دیتا ہے کہ آپ Article-17 کے مطابق article-19 کے مطابق آپ تحریر اور تقریر کر سکتے ہیں آپ کو آزادی حاصل ہے اُس تقریر پر قاضی طاہر مسعود کو عمر بھر کی سزا سنائی ہے۔ یہ ہے آپ کا یہ ملک جو شتوںوں کے لیے جہنم بنا تجارت ہے، بلوچ کے لیے جہنم بنا تجارت ہے، کیا کبھی ایسا ہوا ہے یہ تو افریقہ میں بھی کبھی اس طرح نہیں ہوتا تھا جب وہاں غلامی ہوتی تھیں، یہ افریقہ کے اُن ممالک میں بھی جو سال Banana states ہے وہاں بھی نہیں ہوتا ہے کہ آپ قاضی ایک بندے کو تقریر کرنے پر 14 قید آپ سناتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ایک بندہ علی وزیر ڈیڑھ سال ہونے کو جارہا ہے وہ قومی اسمبلی کا ممبر ہے وہ بے گناہ بیل میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ ملک ہے، یہ ملک آئین کے تحت چل رہا ہے، جنہوں نے قتل عام کیا ہے جو لوگوں کے گھروں میں گھستے ہیں وہ آزاد پھر رہے ہیں جو دہشتگرد ہیں وہ آزاد پھر رہے ہیں جو پُر امن لوگ ہیں جو تقریر کرتے ہیں جو چوک پر کھڑے ہو کر اپنی فریاد کرتے ہیں اُن کو آپ عمر بھر کی سزا سناتے ہو، کیا یہ عدالتی نظام ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زیرے صاحب۔ آپ نے بہت ٹائم لیا۔ اکبر مینگل صاحب! آپ بات کرنا چاہرے ہیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: قاضی طاہر مسعود کی اس عمر بھر قید کی سزا کو وہ ختم کریں۔ یہ ایک کالا قانون اتنا draconian law کوہ اُس کو اتنی سزا دیں۔ ہم مذمت کرتے ہیں کہ اُن کو یہ سزا جس بھی عدالت نے دی ہے اُن کی ہم مذمت کرتے ہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اکبر مینگل صاحب۔

میراکبر مینگل: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر صاحب کل جو کوئئہ کا واقعہ ہوا ہے اُس کی پُر زور مذمت کرتا ہوں، دہشتگردی کا اور اظہار ہمدردی کرتا ہوں اُن خاندانوں سے جو متاثرین ہیں، اُس کے بعد جناب اسپیکر صاحب بلوچستان کے طلباء کے ساتھ اسلام آباد میں جو کچھ ہوا اُس کی پُر زور مذمت کرتا ہوں، ہمارے نوجوان جو یہاں سے جاتے ہیں تعلیم کے لیے اسلام آباد جب اُن کو اسلام آباد اور پنجاب کے مختلف علاقوں تعلیمی اداروں میں شہروں میں پڑھتے ہیں تو ان کو اٹھایا جاتا ہے، اپنے ساتھیوں کے لیے احتجاج پر امن احتجاج، جلسہ جلوس اور پریس کلب کے سامنے وہ احتجاج کرتے ہیں، لیکن لاٹھی اور گولی کی سرکار خاص کر بروکار لائی جاتی ہے اُن پر تشدید کیا جاتا ہے آج وہ پنجاب کے علاقوں میں شہروں عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جس طرح بلوچستان کے لوگوں کو دیوار سے لگایا جا رہا ہے یہ انتہائی غلط روشن ہے۔ ہمارے لوگ پُر امن لوگ ہیں وہ تعلیم کے لیے یہاں سے جاتے ہیں اور جس طریقے سے بھی جاتے ہیں اُن کے پاس اخراجات نہیں ہوتے ہیں، وہ اخراجات برابر کر کے اُدھر محنت مزدوری کر کے اپنی پڑھائی جاری و ساری رکھتے ہیں۔ لیکن خاص کر اسلام آباد کی پولیس نے جورو یہ اختیار کیا، اس کی شدید مذمت کرتے ہیں بلوچستان کے عوام کی طرف سے، بلوچستان نیشنل پارٹی کی طرف سے اور خاص کر اسلام آباد کے اندر پُر امن احتجاج کرنے کے لیے کسی اور پر اس طرح کی لاٹھی چارج نہیں کیا ہے جس طرح بلوچستان کے طالب علموں پر کیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ہمارے لوگوں پر ہمارے مستقبل پر ہمارے نوجوانوں پر تعلیم کے دروازے بند کیئے جا رہے ہیں بلکہ ہمیں یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ آپ جو ہیں تعلیم آپ کے لیے بند ہے اس ملک میں، آپ کے لیے پُر امن احتجاج بند ہے، آپ کوئی سیاسی activity نہیں کر سکتے ہیں سیاسی activities بھی ہمارے لیے بند ہیں یہی وہ رو یہ ہے یہی وہ سوچ ہے یہی وہ روشن ہے وفاق کیا آج بلوچستان کے لوگ اپنے آپ کو جو ہے بالکل دوسرا نہیں بلکہ تیسرے درجے کے شہری تصور کرتے ہیں، بلوچستان کے لوگ اپنے آپ کو پاکستان کے اندر عدم تحفظ کا شکار سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پالیسی ساززاداروں کو ہمارے مختلف قوتوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس ملک کو اگر چلانا ہے، سب کو ساتھ لیکر جانا ہے تو سب کو کم از کم آپ خوشحالی دے، امن دے، بھائی چارگی دے اور

پر امن احتجاج کا راستہ آپ چھوڑ دیں تاکہ پر امن احتجاج کے زریعے اور خاص کر خدار کے نوجوان حفظ بلوچ اور بلوچستان کے مختلف علاقوں سے پچھلے ایک دو ہفتوں کے دوران تقریباً دو درجن نوجوانوں کو اٹھایا گیا ہے۔ یہ سارے نوجوان طالب علم ہیں، BA کے اسٹوڈنٹس ہیں، M phil کے اسٹوڈنٹس ہیں، مختلف اداروں سے یہ پڑھ رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا بلوچستان یونیورسٹی، میں ہمارے تمام طالب علم جو بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ آپ ادھراندر گئے آپ نے وہاں سے اٹھایا انکو، آج تک ان نوجوانوں کا معلوم نہیں ہے، تو باقاعدہ ایک منصوبہ کے تحت ہمارے لئے تعلیمی ادارے بند کئے جا رہے ہیں تو کم از کم بلوچستان اسمبلی کی طرف سے اس معزز ایوان کی طرف سے ایک پیغام جانا چاہیے وفاق کیلئے مقدار قتوں کیلئے، کم از کم بلوچستان کے نوجوانوں کو تحفظ دیا جاسکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اکبر مینگل صاحب۔

جناب اکبر مینگل: اُنکے لئے بھی تعلیم کے دروازے کھولے جائیں تاکہ وہ بھی تعلیم حاصل کر سکے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اکبر مینگل صاحب۔ جی احمد نواز بلوچ صاحب۔

جناب احمد نواز بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! سب سے پہلے قبل نہ مت کل کے جو کوئی میں دہشت گردی ہوئی ہے۔ اس میں جتنی بھی جانیں ضائع ہوئی ہیں اُنکے خاندانوں کے ساتھ ہم برا بر شریک ہیں۔ جناب اسپیکر! کچھ ہفتہ پہلے گردگاپ کے علاقے میں دو کمسن بچے جن کو شہید کیا گیا اور اُنکے ریوڑ کو چور لے گئے ہیں۔ اُنکے اُس قتل کی ہم نہ مت کرتے ہیں اور اپنی پارٹی کی طرف سے کہ آئے دن بلوچستان کے جو حالات قصد اُنکو بگاڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پورے صوبے میں جو فضاء آنے والے دنوں کیلئے راہ ہموار کی جا رہی ہے، بحیثیت ایک سیاسی کارکن اُسکی نشاندہی ہم اس اسمبلی میں کر رہے ہیں کہ آنے والے دنوں میں بلوچستان کے جو حالات ہمیں نظر آرہے ہیں اس میں سیاسی کارکن غیر محفوظ ہونے کی اُن کو عندیاد یا جارہا ہے۔ جناب اسپیکر! میں ایک point of order آپ سے دوبارہ وہ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بس تین چارا پنے point of order mix کر لیں۔

جناب احمد نواز بلوچ: ہمارے ایک سابقہ خاتون مختص جو پچھلی گورنمنٹ میں اُس کو appoint کیا گیا تھا۔ تو حال ہی میں اُسی کی مدت ملازمت میں میرے خیال پوری ہوئی ہے تو اُس کے باوجود بھی

اُسکو extension دیا جا رہا ہے یا اُس کا وہ case میرے خیال میں ہائی کورٹ میں لگی ہوئی ہے۔ تو ہم چاہتے ہیں اس خاتون کی جو tenure پورا ہے اس کی جگہ ایک صوبائی مختصہ کو موقع دیا جائے اُس کا قانون کے مطابق ہونہ کے راتوں رات اُس کی file, interview کیا جائے۔ تو میں جناب اسپیکر! آپ کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اسکا آپ نوٹس لیں اور اس کی اگر، صوبائی گورنمنٹ اس کو اگر۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کس ڈیپارٹمنٹ کو نساڑی پارٹمنٹ؟

جناب احمد نواز بلوچ: صوبائی مختصہ خاتون ہے۔ کیونکہ اس کے لئے experience سال ہونا چاہیے یہ خاتون کی اتنی experience نہیں ہیں کیونکہ تین سال اس نے گزارے ہیں یا چار سال تو اس کے باوجود نئے اس پر کوئی ممبر آنا چاہتی ہے تو اُس کو آپ recommend کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ احمد نواز بلوچ صاحب۔ زیرے صاحب میرے خیال سے ختم کر دیتے ہیں اگر کوئی بات آپ کی رہتی ہے تو۔ کل آپ نے گلمہ دیا کہ آپ نے اجلاس ختم کر دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب میں گورنر کا حکمنامہ پڑھ کر سُستا ہوں۔

Order

In exercise of the powers conferred on me by the Article 109(b) of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973, I Syed Zahoor Ahmed Agha, Governor Balochistan, hereby order that on conclusion of business, the Session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Thursday, the 3rd March, 2022.

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 6 بجکر 30 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)